

مصنف :

نور الدين علي بن سلطان محمد القاري الهروي المكي

الزبدة العمدة

فى

شرح البردة

تصنيف

نور الدين على بن سلطان محمد القارى الهروى المكى

قال صاحب كشف الظنون مصطفى ابن عبد الله حاجى خليفه
ومن احسن شروحها (القصيدة البردة)
شرح نور الدين على القارى المتوفى ١٠١٤ھ

ناشر

جمعیت علماء سکندریه

درگاه شریف پیرجوکوت (پیرجوگوٹ) من مضافات خیرفور (خیرپور) سنده پاکستان

الزبدة العمدہ فی شرح البردہ

ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی المکی (۱۰۱۴ھ)

نسخہ خطی ________ میاں خالد راجڑ ۱۲۲۴ھ

تقدیم ________ مفتی محمد رحیم سکندری، پیرجو کوٹ

تحقیق وتحشیہ ________

کتابت ________ فیض محمد سکندری فیض رقم

تعاون ________ قومی ھجرہ کاؤنسل اسلام آباد، پاکستان

سن اشاعت ________ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

ھدیہ ________

مطبع ________ نوید پرنٹنگ پریس، ناظم آباد ۲ کراچی

ناشر
جمعیت علماء سکندریہ

درگاہ شریف پیرکوٹ (پیرجو گوٹ) من مضافات خیرفور (خیرپور) سندھ پاکستان

حرفِ آغاز

راقم الحروف کو طالب علمی کے زمانے سے قصیدہ بردہ (مدیح البردۃ المعروف قصیدۂ بردہ) سے بحمدہ تعالیٰ قلبی ذوق رہا ہے
ستادی مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد صاحبداد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے روزانہ کا سبق بغیر کسی محنت کے یاد ہوجاتا تھا۔ اب تیسواں
ل گزر رہا ہے مگر قصیدہ شریف مجھے یاد ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ،

۱۹۶۸ء میں جب حرمین شریفین (سفر حج اور گنبد خضریٰ) کی زیارت کے لئے بخت خفتہ بیدار ہوا تو استاد مھتمم مولانا محمد صالح
مۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا مدینہ طیبہ اور مکہ شریف میں اگر "زبدۃ" شرح قصیدہ بردہ مصنفہ ملا علی قاریؒ مل جائے
خرید کرلے آنا۔ میں نے ہر قسم کے کتب خانے دیکھے مگر کہیں بھی "زبدۃ شریف" کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس وقت
سے لے کر زبدۃ شریف کی تلاش برابر جاری رہی اور من جد وجد کے مطابق آخر کار اس کا ایک قلمی نسخہ اخوی مولانا میر محمد راجڑ
حب کی لائبریری میں ملا جو آپ کی ساتویں پشت میں آپ کے جد اعلیٰ بزرگوار اور نابغۂ روزگار، صاحب علم وفضل میاں
خالد راجڑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ میاں محمد خالد صاحب وہی ہیں جن کے پیر سائیں محمد راشد روضہ والے سے خط و
ابت کا رابطہ رہتا۔ اور غالباً پیر سائیں روضہ دھنی ہی سے آپ کو بیعت حاصل تھی۔ فقیر، مولانا میر محمد راجڑ کا تہہ دل
ے مشکور ہے۔ جنھوں نے نسخہ فراہم کیا۔

میرے سامنے یہی واحد نسخہ تھا جسے فقیر نے اپنے مخدوم استاد العلماء حضرت مولانا تقدس علی بریلوی قبلہ کی
قت وتعاون سے تحقیق کے بعد کتابت کی سعادت حاصل کی۔

فقیر نیشنل ہجرہ کونسل کا مشکور ہے۔ جس نے میری پرانی امید اور ذوق کی تعبیر وتکمیل میں مدد دی۔
بالخصوص جناب ڈاکٹر این۔ اے بلوچ صاحب شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے ہر موقعہ پر تعاون اور رہنمائی فرمائی۔

فقیر مفتی محمد رحیم ناظم جامعہ راشدیہ
خطیب مسجد درگاہ شریف پیرجو گوٹھ
(خیرپور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولای صل و سلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حمد و ثنا ذاتِ واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ کے لئے، جس کی ثنا کا حق ادا ہونا، خارج از امکان ہے، پھر بھی واجب و لازم ہے:

لا احصی ثناء علیک   کما اثنیت انت علی نفسک

درود لا محدود، حسن مطلق، جوہر فرد سید المرسلین، شفیع المذنبین حبیب رب العالمین پر جو نہ صرف اپنے صوری و معنوی محاسن و کمالات میں بے مثل و بے نظیر ہیں بلکہ عشق و عرفان، ذوق و شوق، قلب و روح کی وابستگیوں کا قبلہ و کعبہ بھی ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ   فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

اما بعد ـــ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ حرف و حکایت، فن و سخن، ادب و انشا اور علوم و معارف کی دنیا میں سب سے زیادہ جس شخصیت کو واجب الاحترام اور مرکزِ عقیدت جان کر موضوع بنایا گیا وہ شخصیت بلا نزاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔ تحقیق و تنقیح کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی جتنی روایتیں دریافت ہوئیں، ہر ایک معیار کے مطابق آپ کی عظمت و تقدیس، رفعت اور نکھار میں اضافہ ہی ہوا وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

قلب مسلم، نظر مومن۔ ذوق آگہی۔ ایمان و عرفان کے حوالے سے اگر آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فقط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات وہ مرکزی نقطہ ہے۔ جو فدائیت و محبوبیت، عقیدت و عظمت، رفعت و تقدیس کے تمام ابواب کا مرجع اور مآب ہے۔

آپ کی ذاتِ اقدس سے ادنیٰ تعلق نے ذرات کو خورشید و ماہتاب بنا دیا، رہزنوں کو رہبر عالم اور مریضوں کو مسیحا کر دیا۔

آپ کی ذاتِ اقدس سے تعلق کی کرامت و برکت نے، صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے وجد آور اور کیف آگیں خطاب سے سرفراز فرمایا۔

اسی تعلق کی برکت سے رسول ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے نہ فقط قیصر و کسریٰ کی دیواریں ہلا دیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پچیس لاکھ ۱۱ ہزار مربع میل کی عظیم سلطنت پر کامیاب فرمانروائی کی۔

قلبی وارفتگی اور ذوق و شوق کے اس ساز کو اگر چھیڑ دیا جائے تو نہ صرف قلب و روح اضطراب و وجد میں آجائیں بلکہ در و دیوار بھی جھوم اٹھیں بلکہ شدتِ تاثیر کی چند ایسی روایتیں بھی محفوظ ہیں کہ خود سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم مسرت و انبساط سے جھوم اٹھے۔ ؎

باز گو از نجد و از یاران نجد   تا در و دیوار را آری بوجد

حسن و احسان

ذوق و شوق کی بات جب شروع ہو تو اس کی تان حسن و احسان پر ہی جا کر ختم ہوتی ہے۔ حسن کسی بھی رنگ میں ہو وہ حسن ہے، نقاش ہے اور لازوال نقاش، وہ ایک ہی جھلک سے قلب و نظر، ذہن و زبان کو غلام بے دام بنا سکتا ہے بلاشبہ حسن کی وسعتیں لامحدود، اس کے اثرات دیرپا اور اس کے نقوش لازوال ہوتے ہیں۔

پھر حسن ہی کی جلوہ نمائی تھی کہ حسینانِ مصر وارفتگی کے عالم میں پھل کی بجائے ہاتھ کاٹ بیٹھتی ہیں اور بے اختیار پکار اٹھتی ہیں ... ماھٰذا بشراً۔ ان ھٰذا الا ملک کریم، یہ تو تھا مظاہرہ جمال یوسف علیہ السلام کا۔

حسن و جمال رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان ہی نرالی ہے۔ اس کا پرتو، تو جس پر پڑا۔ اس کے قلب و نظر، فکر و عمل، صورت و سیرت میں انقلاب آگیا، اور عظیم انقلاب۔ بلاشبہ اللہ کے محبوب، حسن کی اس معراج پر نظر آتا ہے جہاں انسانی فکر و فہم، احساس و ادراک کی رسائی نہیں، جہاں انسانی عقل اپنی وسعت کے باوجود، کمالِ عجز و انکساری کا معترف نظر آتی ہے۔ اسی مقام پر دنیا کے فصیح ترین لوگ اپنی تہی دامنی کے قائل نظر آتے ہیں:

وکیف یدرک فی الدنیا حقیقتہ   قوم نیام تسلوا عنہ بالحلم

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات   تو کائناتِ حسن ہے یا حسنِ کائنات

حسنِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ مطلق ہے۔ تو حسن کامل بھی، جوہر فرد ہے تو جوہرِ غیر منقسم بھی ؎

خود حسن و جمال بے نہایت داری   ہم جود و کرم بحد غایت داری

شد حسن ترا مسلم و ہم احسان   محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

جس ذات کو خلاقِ عظیم نے پوری فیاضی سے حسن بخشی فرمائی ہو۔ اس حسن کامل کی تصویر کشی کسی سے ممکن ہو تو کیونکر۔

واحسن منک لم ترقط عینی   واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأً من کل عیب   کانک قد خلقت کما تشاء (حسن بن ثابت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ چاندنی رات میں کبھی مہ کامل پر نظر ڈالتے ہیں اور کبھی جمال مصطفوی پر۔ مگر انہیں آپ کا رخ انور ہی حسین تر نظر آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبرو میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا آفتاب چمک رہا ہے۔

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ "بیٹا! تم اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو محسوس کیا گیا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق رخ روشن پر پسینے کی بوندیں گوہر آبدار کی طرح ضوفشاں رہتیں[1]۔

[1] رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے رخ انور کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے یہ بیانات نہ تو مبالغہ ہیں نہ داستان سرائی بلکہ اپنے ایمان و ایقان اور ذوق بصیرت کا مشاہدہ اور بیان ہیں تاہم انہیں اس مہ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کی حقیقی تعبیر سمجھنا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) بھی حقیقت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کامل کا پورا ظہور ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام کی دید آپ کی زیارت پربشارت کی متحمل نہیں ہوسکتی چنانچہ قرطبی رقمطراز ہے:

لم یظہر تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم والا لما طاقت اعین الصحابۃ النظر الیہ

امام ربانی مجدد الف ثانی ایک طویل بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ حسن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک آخرت ہی میں ممکن ہوگا۔ جہاں باری تعالیٰ کی رویت کی سعادت حاصل ہوگی۔ وہیں جمال احمدی کا ادراک بھی ہوگا۔

"چوں خدا را عزوجل بہ بینند — جمال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را دریابند"

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدح سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمن میں فرماتے ہیں "وحد و ضابطہ در وصف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنست کہ ہر چہ جز مرتبہ الوہیت است از فضل و کمال ہمہ اورا ثابت است و ہیچ کس کامل ترا زوے و مساوی با و نیست"۔ (یعنی، مرتبہ الوہیت کو چھوڑ کر، ہر فضل و کمال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ اور کوئی فرد بھی آپ کا ہمسر اور مساوی نہیں؛

علامہ بوصیری نے اسی مقصد کو دوسرے پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

۵

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیہم	واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم
وانسب الیٰ ذاتہ ما شئت من شرف	وانسب الیٰ قدرہ ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد	فیعرب عنہ ناطق بفم

یعنی: نصاریٰ کی طرح الوہیت اور تثلیث کی دعویٰ کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں تم ہر طرح کا حکم لگا سکتے ہو۔ اور آپ کی ذات والاصفات کی طرف ہر شرافت وعظمت کی نسبت کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کی کوئی غایت کوئی حد ہے ہی نہیں۔ محقق دہلوی، شیخ ابن حجر مکی کے حوالے سے اشعۃ اللمعات ص۵۳۵/ج۴ میں رقم طراز ہیں کہ:

"کمال ایمان موقوف ہے اس عقیدہ و ایقان پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری و باطنی، صوری اور معنوی کمالات و فضائل منزہ عن شریک یقین کیا جائے"

از تمام ایمان باں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ اعتقاد کند کہ جمع نہ شد کہ در ظاہر صورت، ہیچ آدمی از حسن لطافت، آنچہ جمع شدہ در وے چنانکہ جمع نہ شد در باطن سیرت، ہیچ یکے از فضل و کمال آنچہ جمع شدہ در وے؛

ملا علی قاری شرح شمائل میں بعض صوفیاء کے حوالے سے رقم طراز ہیں:۔ اکثر الناس عرفوا اللہ عزوجل وما عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان حجاب البشریۃ غطی ابصارھم ص۹ (یعنی جب خدائے تعالیٰ کو مستجمع جمیع صفات کمالیہ اور واجب الوجود جان کر ایک طرح عرفان حاصل کرلیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے قاصر رہے۔ کیونکہ آپ کے بشری حجاب نے صحابہ کرام کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر	وانہ خیر خلق اللہ کلہم

بقیہ حاشیہ

امام ربانی مجدد الف ثانی، حسن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"ہر چند دریں نشاۃ دو ثلث حسن بحضرت یوسف مسلم و ثلث ثانی بہم تقسیم۔ اما دراں نشاۃ حسن، حسن محمدی و جمال، جمال محمدی علیہم التحیات والتسلیمات کہ محبوب خداوند است، چگونہ حسن دیگرے را مشارکت کہ حسن او بواسطہ اتحاد است بمطلوب، حسن عین مطلوب است، دیگرے را چوں اتحاد نیست۔ آں حسن نیست، پس خلقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام باوجود حدوث مستند بقدم ذات گشت تعالے ...... وحسن او حسن ذات آمد تعالیٰ کہ شائبہ غیر حسن بروے کائن نیست"!

اسی مکتوب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاحت اور حضرت یوسف کی صباحت میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حضرت یوسف ہر چند صباحتے کہ دارد محبوب حضرت یعقوب بودہ حضرت پیغمبر ما کہ خاتم الرسل است بملاحتے کہ دارد محبوب خالق زمین وآسماں است"!

حسن سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمانا ہو تو امام ربانی کا یہ نسبتاً طویل اقتباس (جو کہ تخلیق نور محمدی سے متعلق ہے) ملاحظہ ہو:۔

"باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم، باوجود نشأ عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است .... ہر چند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ مے آید۔ وجود آں سرور در آنجا مشہود نمے گردد بلکہ منشا خلقت و امکان۔ وعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد، ناچار او را سایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے، از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد"؛ (مکتوب صدم ص۱۸۹-۱۹۰/ج۳)

مجدد الف ثانی کے ان اقتباسات کو بار بار پڑھیں۔ تو آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ عالم امکان کی کوئی بھی چیز کسی بھی جہت و نوع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے نہ مساوی۔ بلکہ بارگاہ رسالت میں مشابہت و مماثلت اور مساوات کا تصور ہی عظیم گستاخی اور جرأت ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسن مطلق۔ جمال کامل اپنی خلقت سے لے کر اپنی ملاحت، عبدیت امکان و محبوبیت ہر ہر وصف میں باقی ممکنات سے ورار اور قطعی ورا ہے؛

یا صاحب الجمال ویا سید البشر	من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ کے مصنف مولوی ذوالفقار علی دیوبندی "فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم" کے تحت تحریر کرتے ہیں:۔ "اور لفظ "جوہر" میں لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ ..... حقیقت حسن جو آپ کی ذات اقدس میں ہے اس کے حصص اور اجزا نہیں کئے گئے بلکہ وہ تمام و کمال اولاو بالذات آپ ہی کی ذات شریف میں منحصر ہے۔ اور اوروں پر اس کا سایہ محض پرتو ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سعیدؓ بن ربیع کی محبت

میدانِ احد میں حضرت سعد بن ربیع زخموں سے چور آخری سانس لے رہے ہیں اسی حال میں صحابہ کرام کو دیکھا تو آخری وصیت کی اور فرمایا :-

اللہ کے رسول کی خدمت میں میرا اسلام عرض کردیں اور اصحاب کو میری یہ وصیت پہنچادیں کہ محبوب محترم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جانیں نچھاور کرتے رہیں اور آپ لوگوں کے ہوتے ہوئے اگر محبوب فداہ ابی و امی کو کوئی تکلیف پہنچی تو خدا تعالیٰ آپ کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا

عمارہ بن زیاد کی محبت کا منظر

عمار بن زیاد میدان جنگ میں جان، جان آفرین کے سپرد کرنے والے ہیں کہ حضور پرنور ان کے سرہانے تشریف لے آئے فرمایا کوئی آرزو ہو تو بتادو! عاشق رسول نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر قدموں میں ڈال دیا اور زبانِ حال سے عرض کیا اگر کوئی آرزو ہوسکتی ہے تو بس یہی ہے :-

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن — برُخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

بلالؓ بن ابی رباح کے شوق کا منظر

حضرت بلال کی وفات کا وقت قریب ہے سکرات کے لمحات اور ابدی فراق کی شدت کے جذبات کے باعث آپ کی رفیقۂ حیات رنج و حزن کا اظہار کر رہی ہے، مگر آپ انھیں فرماتے ہیں. نہیں نہیں، میرے لئے تو بڑی خوشی اور مسرت کا موقعہ ہے. میں تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور احباب کی زیارت سے شرفیاب ہونیوالا ہوں !

ابنِ مسعودؓ کی منفرد آرزو

غزوہ تبوک میں عبداللہ مزنی نامی صحابی وصال فرما گئے - اس سعادت آثار صحابی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس قبر میں کھڑے ہو کر اتارا اور دعا فرمائی کہ خدایا میں اس سے راضی رہا تو بھی اس سے راضی ہوجا - حضرت ابن مسعود پوری زندگی اس منظر کو نہ بھول سکے. جب کبھی اس واقعہ کو یاد کرتے تو پھوٹ پھوٹ کر روتے، لگتا تھا ان کی زندگی کی واحد آرزو یہی رہی کہ کاش عبداللہ مزنی کی جگہ قبر میں انھیں اتارا جاتا اور یوں خصوصی رضا و شفقت کا سزاوار وہی بنتے[1]

غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، قلبی وابستگی، اشتیاق و اضطراب کے یہ کیسے حسین مناظر ہیں اور یہ کیسے حیران کن اور اثر انگیز نقوش ہیں جن کی لازوال قوت اور فیصلہ کن اثر کے سامنے مخالفین کی تنی ہوئی گردنیں جھک ہی جاتی ہیں اور وہ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ محبت کے اس سیل رواں کے سامنے جھک جانا ہی عزت و عافیت اور نجات و سلامتی ہے . ۹

عروہ بن مسعود، جو ایک اعلےٰ درجہ کے سفارت کار اور سیاست میں منفرد مقام رکھتے تھے. دنیا کے عظیم حکمرانوں کے دربار میں سفارتی فرائض بڑے سلیقہ سے انجام دے چکے ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ رسالت میں قریش کی طرف سے یہی صاحب سفیر منتخب ہو کر آتے ہیں، مگر زندگی میں پہلی مرتبہ نہ فقط وہ اپنی لاشعور میں شکست و ریخت سے دوچار

---

[1] رجال حول الرسول !

ہوگئے. نہ فقط اس کی سفارتی مہارت اور اعلیٰ درجہ کی صلاحیتیں، حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لازوال منظر اور اثر انگیز نقوش کے سامنے دب کر رہ گئیں. بلکہ اپنی قوم کے سامنے اپنی بے بسی اور غلامان مصطفےٰ کی ناقابل تسخیر محبت، صداقت و عظمت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کرنا ضروری سمجھا، ان کے تاثرات کی جھلک خود ان کی اپنی زبانی بخاری شریف میں کچھ اس طرح ہے :-

"میری قوم ! اللہ کی قسم میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پرشکوہ درباروں میں بارہا گیا ہوں، مگر مجھے تعظیم و محبت کا ایسا کوئی منظر نظر نہیں آیا. جس طرح میں نے اصحاب محمد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے، خدا کی قسم ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب کبھی کھنکار پھینکا تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑا پھر وہ اسے (بابرکت جان کر) اپنے منہ اور جسم کو مل لیتے تھے. جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اس (بابرکت) پانی کے حصول کے لئے آپس میں لڑنے مرنے کے لئے آمادہ لگتے ہیں. جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو اصحاب کی آواز پست بلکہ بالکل بند ہوجاتی ہے، اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے ان کی نظریں آپ کی طرف جمتی نہیں تھیں"

معلوم ہے یہ مشاہدات و تاثرات کس کے ہوسکتے ہیں؟

یقین کیجئے یہ تاثرات اعلےٰ درجہ کی صلاحیت کے حامل ایسے سفارت کار کے ہیں جو اعداء اسلام کی صف میں سربرآوردہ لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے !

زیدؓ بن حارثہ کی محبت کی ایک جھلک

زیدؓ بن حارثہ کی اپنے آقا و مولےٰ سے محبت اور پرخلوص وابستگی کی کہانی دنیا میں غالباً اپنی نوعیت کی انوکھی کہانی ہے مگر ہے وہ ایک حقیقت

زید رہزنوں کی رہزنی کے نتیجہ میں اپنی ماں کی شفقت بھری گود سے محروم ہو کر اپنے عظیم والد خاندان اور سرزمین سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے تھے. ان کے غم زدہ باپ نے اپنے نور نظر کی تلاش میں جزیرۃ العرب کا چپہ چپہ چھان ڈالا، مگر جب یہ ستم زدہ قسمت پھوٹا اور رنج و الم کا پیکر والد ہزاروں حسرتوں اور امیدوں کو لیکر کعبۃ اللہ شریف کی سرزمین میں اپنے سلیم فطرت بیٹے سے ملا اور وطن کی طرف، خاندان، عزیز و اقارب کی طرف شفقت بھری ممتا کی طرف لوٹ کر چلنے کو کہا تو اسے جواب ملتا ہے :-

"میں اللہ کے رسول کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا. بس وہی میرے لئے بمنزلہ باپ کے ہے. چچا کے ہے. وہی ماں کی شفقتوں کا نعم البدل ہیں"

حضرت حارثہ نے جو کچھ سنا. اس پر انھیں یقین نہیں آرہا تھا. مگر بہرحال انھوں نے جو کچھ سنا وہ حقیقت تھی. صداقت تھی. محبت کی لازوال تاریخی مثال !!

کیا تاریخ اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود محبت کی کوئی ایسی روایت کسی دوسری جگہ پیش کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

متابعت رسول میں احساس لذت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے آقا و مولےٰ اور اپنے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کی متابعت میں اس قدر لذت ملتی ہے کہ ان کی آرزو یہی ہے کہ وصال بھی اسی دن ہو جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے ملے تھے؛

سیدنا عمر بن الخطابؓ

حضرت سیدنا عمر بن خطاب حجر اسود کو شوق و محبت سے اس لئے چوم رہے ہیں کہ اس پتھر کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مقدس کے لمس کا شرف حاصل ہے۔

ترے بوسے پہ ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود کو　　وگرنہ مسلمان کو کام کیا تھا ایک پتھر سے

سیدنا عباس بن عبد المطلب کا پرنالہ راستے پر گرتا تھا۔ عمر فاروق نے اسے اکھاڑ دیا۔ حضرت عباس نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا۔ عمر! اللہ کی قسم اس پرنالے کو اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا عمر فاروق اتنا سنتے ہی پگھل گئے اور سیدنا عباس سے گذارش کی کہ اب یہ پرنالہ اسی جگہ پر آپ میری گردن پر سوار ہو کر لگائیے اللہ اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی کس قدر تعظیم ضروری سمجھی جاتی ہے۔ تعظیم رسول کے فرض کے مقابلے میں ہر قسم کے فرض نظر انداز کئے جا سکتے ہیں؛

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی سے زندگی میں کوئی فرض نہیں چھوٹا۔ اس قدر سخت پابندی کے باوجود، رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام اور سکون کی اہمیت کے پیش نظر وہ عصر کے فرض کو چھوڑ دیتے ہیں

سیدنا ابوبکر صدیق کے پاؤں کو سانپ کاٹ رہا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی نہ تو پاؤں ہٹا کر اپنی جان کی حفاظت کا فرض ادا کرتے ہیں، نہ ہلتے ہیں، محض اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی اہمیت، ذات اقدس کی رضا اور تعظیم پیش نظر ہے؛

سیدنا علی اور سیدنا ابوبکر صدیق کے اس موقع پر اگر آنسو ٹپکتے ہیں تو واللہ اعلم اصل الاصول فرض ادا ہونے کی خوشی میں یا انسانی فطرت کے تقاضے کے تحت؛

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر فقط رضائے رسول کے شدید جذبے کے تحت ابوبکر صدیق گھر کا پورا اثاثہ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کرتے ہیں پوچھنے پر عرض کرتے ہیں کہ بس گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں؛

کیا گھر میں بچوں کی کفالت کے لئے بقدر حق ہی سہی کچھ چھوڑ دینا فرض نہیں تھا؟ ضرور! مگر یہاں حبِ رسول اور رضائے رسول کا فرض پیش نظر ہے جس کے مقابلے میں ہر فرض کو قربان کر دینا تقاضائے شوق و یقین ہے:

ایک روز سیدنا حسن بن علی، عبد اللہ بن جعفر اور ابن عباس، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ بی بی سلمیٰ

کے پاس جا کر گزارش کرتے ہیں کہ آپ از راہ کرم ہمیں وہ کھانا کھلاؤ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس شوق و ذوق کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؛

سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمر کو اپنے عظیم والد کی طرح ان آثار مقدسہ کی تلاش ہے جہاں کسی بھی ساعت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہو، نماز ادا کی ہو، استراحت فرمائی ہو یا شب میں نزول فرمایا ہو! کیوں؟ محض اس لئے کہ یہ مقامات نسبت رسول سے اب مبارک و مقدس بن گئے۔ شرف روحا اور دیگر مقامات جو اگر برکت و تقدس کے حامل کچھ نشانات اس وقت بھی باقی ہیں تو وہ اس شوق والفت کی اسی تلاش کی برکت ہیں۔[لہ]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ، مکہ شریف سے واپسی کے موقعہ پر تین چار میل باہر بظاہر ایک ویران سی جگہ میں قیام فرما کر اپنے ذوق و یقین، شوق و وجدان کی تسلی کا سامان فراہم کرتے تھے۔ جس کا پس منظر بس یہی تھا کہ ایک موقعہ پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین پر قیام فرما کر اسے بقعۂ نور اور بقعۂ مبارک بنانے کا شرف بخشا تھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی بتا سکتے ہیں کہ اس بظاہر ویران سی آبادی میں قیام سے دل کی دنیا ذوق و عرفان عشق و آگہی سے کس قدر مملو اور پر کیف ہو جاتی ہے۔

بمقامیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　سالہا سجدہ گہ اہل نظر خواہد بود

عارف بھٹائی نے خوب فرمایا ہے:

رهن راتوڙي - سي سونهارا اهند

شیخ الاسلام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید نے اس شوق و ذوق کو الفاظ کا رنگ کچھ اس طرح دیا ہے:-

یا سائرا نحو الحجاز مشمرا - اجهد فدیتك فی المسیر وفی السراء

فاقصد حیث النور یشرق ساطعا　　والطرف حیث ترى الثرى متعطر

قف بالمنازل والمناهل من لدن　　وادی قبا الی جبل ام القرى

وتوخ آثار النبی فضع بها　　متشرفا خدیك فی عفر الثرى

واذا رأیت مهابط الوحی التی　　نشرت علی الآفاق نورا نورا

فاعلم بانك ما رأیت شبیهها　　مذ کنت فی ماضی الزمان لا ترى

یعنی: مسافر حجاز! میں تیرے دن رات کی سیر پر قربان جاؤں۔ اس سفر میں ہمت اور جد و جہد کر۔ اس مبارک مقام کا

لہ انہ من یستحب التتبع لآثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بها ولم یزل الناس یتبرکون بمواضع الصالحین　　عمدۃ القاری ص۲۷۵

اقتضاء آثار علیه الصلوة والسلام　　تبرك به وتعظيم له قسطلانی

قصد کر جہاں نور جگمگا رہا ہے۔ جہاں کی مٹی عطر بیزی کر رہی ہے۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کی درمیانی منزلوں اور چشموں پر قیام کر کے خوب لطف اندوز ہو اور وہاں آثار نبی تلاش کر، ان کی زیارت کر اور روئے خاک پر اپنے رخسار رکھ کر برکت و ذوق حاصل کر!

جب وحی نازل ہونے کے مقامات کی تجھے زیارت نصیب ہو جائے تو یقین کر لے کہ اس کی مثل تو نے کہیں نہیں دیکھی اور نہ دیکھ پائے گا، انہی مقامات سے وہ انوار پھوٹے جس نے پوری کائنات کو جگمگا دیا۔

(فوات الوفیات ترجمہ ابن دقیق بسیرت رسول عربی ص ۹۵)

محبت اپنے اندر ایک کائنات کو سموئے ہوئے ہے۔ وسیع کائنات، فداکاری، محب کی ہمیشہ آرزو ہوتی ہے۔ اگر محب کے پاس کروڑوں جانیں ہوں۔ تب بھی اس کی معراج و منتہا محبوب کے قدموں میں فدا کر دینا ہے۔ حضرت زبیر بن عوام کے جسم کا کوئی حصہ تلوار اور نیزوں کے زخموں سے خالی نہ تھا۔ آپ کے رفیق حضرت طلحہ نے ایک مرتبہ جب اس کثرت سے زخموں کے نشان دیکھے تو حیران رہ گئے! زبیر نے آپ کی حیرت دور کرتے ہوئے فرمایا:

"طلحہ! اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ خدا کی قسم! یہ ایک ایک زخم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ملا ہے"!

قاضی ابو یوسف کے سامنے ایک حدیث شریف بیان کی گئی۔ جس کے مطابق آپ کدو کے سالن کو پسند فرمایا کرتے ایک شخص نے اٹھ کر کہا مگر مجھے کدو پسند نہیں! اس جملے میں امام ابو یوسف نے اس شخص کی طرف سے حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی استخفاف محسوس کی، اور اس پر تلوار کھینچ لی۔ فرمایا "اپنے ایمان کی تجدید کر، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا"!

حضرت شبلی حالتِ نزع میں ہیں بسخت تکلیف سے لوگوں نے انھیں وضو کرایا مگر ان سے خلال کی سنت چھوٹ گئی۔ یاد آیا تو بڑا دکھ ہوا۔ فرمایا پھر سے وضو کراؤ تاکہ مسنون طریقے سے خلال کر لوں۔ لوگوں نے آپ کی تکلیف کے پیش نظر ٹالنا چاہا تو نہایت عاجزی سے فرمایا "قریب ہے کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے محبوب سے اس حال میں ملوں کہ آپ کی سنت مجھ سے ترک ہو گئی ہو"!

دوبارہ وضو کرایا گیا۔ وضو سے فارغ ہوتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور جب آپ اپنے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ادب و تعظیم کی حدود کی کامل رعایت کے ساتھ۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تبرکات اور آثار شریف سے حصول برکت اور شفا اندوزی

جن اشیاء اور ذرات کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نسبت ہو اسے بابرکت یقین کرنا، شفا کا وسیلہ جاننا ہی تقاضائے محبت و ایمان ہے!

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ میں سر مبارک کے بال کٹوائے تو تمام موہائے مبارک صحابہ میں تقسیم ہوئے۔ جن سے صحابہ نے ہمیشہ برکت حاصل کی۔ خالد بن ولید نے کچھ موہائے مبارک اپنی ٹوپی میں بطور تبرک رکھ لیے تھے۔ اور حصولِ نصرت کے لیے ٹوپی میں سی لیے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خالد بن ولید کی بہادری، شجاعت اور ان کی فتوحات ان ہی موہائے مبارک کی برکت سے تھیں! ایک لڑائی میں حضرت خالد کی یہ ٹوپی گر گئی تو اس کے حصول کے لئے ایسا جنگی خطرہ آپ نے مول لے لیا کہ جس کا کوئی دوسرا سپہ سالار تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سب محض تبرک کی حفاظت کیلئے تھا۔

حضرت عبیدہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہے (بخاری)

ام المومنین ام سلمہ کے پاس آپ کا موئے شریف ایک درج عاج میں رہتا تھا، جس سے آپ مریضوں کا علاج اس طرح فرمایا کرتیں کہ اس ڈبیہ کو پانی میں ڈال کر نکال لیتیں اور وہ پانی مریض کو پلا دیتیں اور مریض شفایاب ہو جاتا!

ثابت بنانی، سیدنا عمر بن عبد العزیز، حضرت امیر معاویہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ اور تابعین کرام نے آپ کے موہائے مبارک اور ناخن ہائے اطہر و مقدس کے ریزوں کو بعد از وفات اپنی آنکھوں، کفن اور زبان کے نیچے رکھنے کی وصیت فرمائی اس امید پر کہ ان کی برکت سے ہماری مغفرت یقینی بن جائے۔ (سیرت رسول عربی)!

حضرت انس، بی بی اسماء بنت عمیس، حضرت سہل بن سعد، ابو حازم، حضرت عمر بن عبد العزیز، نضر بن انس، ابن مامون، خداش بن ابی خداش کے پاس ایسے چوبی پیالے محفوظ تھے۔ جن میں کسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا۔ اور صحابہ کرام نے تبرک جان کر اپنے پاس نہ فقط محفوظ کیا۔ بلکہ دوسروں کو بھی عطا فرمائے۔ سیدنا عمر فاروق۔ حضرت خداش کے پاس جب جاتے، تو آبِ زمزم پینے کے لئے حضرت خداش سے وہی مبارک پیالہ لیتے اور اس میں پانی پیتے۔

نضر بن انس کے ہاں جو مبارک پیالہ تھا۔ اس کو حاکم وقت نے آٹھ لاکھ درہم کے عوض حاصل کیا تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں اس پیالہ کی نہ فقط زیارت کی بلکہ اس مبارک پیالہ میں پانی پینے کا شرف بھی حاصل کیا۔

شرح شمائل للملا علی قاری ص ۲۳۹ ج ۱

بی بی اسماء بنت عمیس دودھ کے پیالے کو بار بار ہونٹوں پر پھیر رہی ہیں۔ محض اس جگہ سے حصول برکت کے لیے جہاں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ تناول فرماتے وقت ہونٹ مس ہوئے تھے! (معجم صغیر طبرانی ص ۸۲، سیرت رسول)

حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاں ایک کمرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند تبرکات محفوظ تھے جن کی عمر بن عبد العزیز ہر روز ایک بار زیارت ضرور کرتے نیز سادات اور شرفا کو گاہے گاہے یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع بھی فراہم فرماتے تھے! (مدارج ص ۶۰۸ ج ۲)!

محبوب و محسن کا کثرت سے ذکر ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کائنات پر احسانات و انعامات کا اگر خفیف سا بھی تصور ذہن میں ہو تو ایسے عظیم محسن کے ذکر کے لئے طبیعت میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

آپ کے ذکر مبارک میں عشاق کو جو لطف و ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اس کا بیان الفاظ میں مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ معنوی اور روحانی فقیہ زید بن اسلم کی ایک روایت جسے حدیث و سیرت کی تقریباً تمام کتب میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ:

"سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں رات کو معمول کے مطابق مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ اچانک ان کے کانوں میں ایک درد بھری آواز سنائی دی، اس آواز کو سنکر حضرت عمر فاروق کے پاؤں وہیں رک گئے۔ وہ سراپا ہمہ تن گوش ہو گئے۔ یہ آواز ایک عمر رسیدہ عورت کی تھی، وہ حبِّ رسول اور فراقِ نبی میں ڈوب کر ایک مخمس کو بار بار دہرا رہی تھی:

علیٰ محمد صلوٰۃ الابرار — صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کنت قواماً بکاء بالاسحار — یا لیت شعری والمنایا اطوار

ھل تجمعنی وحبیبی الدار

تصورات کی ایک حقیقت مآب دنیا میں وہ پیر زال دلِ مضطر کے ساتھ کبھی محبوب سیّد المرسلین سے مخاطب ہو کر لذت ذکر حاصل کرتی، کبھی صلوٰۃ و سلام عرض کرتی اور کبھی آخرت میں زیارت سید المرسلین کے لئے بے چین اور مشتاق ہوتی۔

سیدنا عمر فاروق اس ذکر اور شوق سے اس طرح لطف اندوز ہوئے کہ اشکبار ہو گئے اور روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ذوق و شوق اور لذّت انبساط سے سیری کہاں ہوتی ہے۔ جب وہ پیرزن خاموش ہو گئی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نام بتا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ پیرزن نے کہا۔ عمر سے میرا کیا کام؟ عمر فاروق نے منّتیں کیں اور عرض کی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ خدارا دروازہ کھولو اللہ تمھیں رحمت سے نوازے۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمر فاروق گھر میں داخل ہوئے اور درخواست کی وہ کلمات پھر سے سنائیے جو کچھ دیر سے میں باہر کھڑا آپ سے سن رہا تھا جب اس عجوزہ نے وہ اشعار دہرائے تو عمر فاروق نے درخواست کی کہ اپنے حبیب و محبوب محمد رسول اللہ اور اپنے ساتھ مجھ حقیر کو بھی اپنی ان پر خلوص دعاؤں میں شامل کرلو۔ یعنی اس طرح کہو " وعمر فاغفر لہ یا غفار" اشتیاق اور فراق و وصال کی امید کے لمحاتِ محبت سے ناآشنا لوگ کیا جانیں۔ یہ کوئی تڑپنے اور تڑپ دینے والوں سے معلوم کرے:-

ع لذّتِ سوزِ دروں کیا ہے کوئی کیا جانے

خالد بن معدان رات کو آرام کے لئے اپنے بستر پر دراز ہوتے ہیں تو بے قرار دل کو قرار دینے کے لئے اپنے محبوب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اس شوق سے مجبور اپنے اس اشتیاق اور اضطراب کا اس وقت تک اظہار کرتے رہتے ہیں جب تک نیند غالب نہ ہو جائے۔ پھر یقیناً خواب کی دنیا میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال و جمال سے لطف اندوز ہو کر دائمی مسرتوں اور لازوال نعمتوں میں کھو جاتے ہیں ؎

ھم اصلی وفصلی والیھم یحنّ قلبی

طال شوقی الیھم فعجل رب اقبضنی الدع

بیت المقدس فتح ہونے پر عمر فاروق اور غلامان اسلام کو کس قدر خوشی ہو سکتی تھی اس کا اندازہ الفاظ میں ممکن نہیں، اس مسرت آگیں موقع پر حضرت عمر فاروق نے ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساز کو اس طرح چھیڑ دیا کہ سیّدی بلال سے اذان کی درخواست کی (آپ نے جمالِ محمدی کو سامنے رکھکر اذان دینے کی عادت بنا رکھی تھی۔ وصال نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آپ اذان نہیں دیتے تھے۔) امیر المؤمنین کے حکم سے سرتابی مشکل سمجھ کر فراقِ حبیب سے شکستہ حال حضرت بلال نے اذان دی۔ اس اذان نے حبّ رسول سے آباد دلوں کو پھر سے بارگاہ رسالت کی پر جمال محفل میں پہنچا دیا۔ اور حضرت عمر فاروق روتے روتے سراپا سوز و گداز بن گئے!

ایک سبزی فروش کا ذکر رسول

محقق علی الاطلاق شارح مشکوٰۃ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک انوکھا واقعہ نقل فرمایا ہے!

فرماتے ہیں "اس فقیر نے ایک مرتبہ صفا مروہ کے قریبی بازار میں ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ وہ اپنی سبزی کو تازہ رکھنے کے لئے پانی چھڑکتے ہوئے کہتا جاتا ہے ؎

یا برکۃ النبی تعالی — وانزلی ولا ترتحلی"

"اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت میرے ہاں تشریف لے آ، اور اپنی منزل بنا لے پھر کوچ کرنا چھوڑ دے!

ان الفاظ نے شیخ صاحب کے دل کو بیقرار کر دیا کہ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور دل اپنے محبوب کو یاد کرنے کے کیا کیا طریقے تلاش کر لیتے ہیں ان الفاظ نے ان کے قلب پر حُبِّ رسول کے ایسے ابدی نقوش چھوڑے جن کی یکانہ آفرینی آج بھی دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے!

برصغیر کے مشہور عارف باللہ پاگارہ خاندان کے مؤسس اعلیٰ پیر سید محمد راشد روضے والا جب بندر (جہاں سے لوگ حرمین شریف کے سفر کا آغاز کرتے تھے) سے گزرے تو بے اختیار رو پڑے اور فرمانے لگے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے حرم شریف اور دیار حبیب کو مشتاقانِ دیدِ جمال جاتے ہیں!

وصّافانِ حضرت سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدالمرسلین صلّی اللہ تعالےٰ علیٰ حسنہٖ وجمالہٖ کے صوری اور معنوی حسن وجمال، صباحت و ملاحت کے بھی عجیب انداز ہیں کچھ مشتاقانِ حسن وجمال۔ ذوقِ دید میں استغراق کے باوجود محض اس لئے بیتاب، بیقرار اور غم زدہ ہیں کہ آخرت میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت اور موافقت کس طرح ممکن ہوسکے گی۔ بعض مشتاق اپنے گھر میں بظاہر سکون سے بیٹھے ہوئے ہیں مگر اچانک یادِ حبیب سے بیقرار ہوکر حسن وجمال صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے دوڑ کر آتے ہیں' اور ربیعہ بن کعب کی قسمت پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے کہ حسن لم یزل صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے حال پر مہربان ہوکر طلب و عرضِ مدّعا کی اجازت عطا فرماتے ہیں کہ آج جو کچھ مانگنا ہے، مانگ لو؛

جواب میں ربیعہ کی فقط ایک خواہش ہے اور بس۔ اور وہ یہ کہ جنت میں بھی حسن وجمال صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی سعادت میسر ہو[1]؛

یہ کس نوع کا شوق ہے کہ جنت کی تمام تر رعنائیوں کے باوجود جنّت پر نظر نہیں، نظر ہے تو فقط سرکار ابد قرار کے حسن وجمال کی زیارت پر؛

مشتاقانِ حسن وجمال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ایک اور قدسی جماعت بھی ہے جو اول الذکر جماعت سے مختلف ہے اور بہت مختلف۔ یہ نفوسِ قدسیہ اپنے سر اور دل کی آنکھوں سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حُسنِ بےمثال کا بلاواسطہ اور بالمشافہ مشاہدہ کررہے ہیں۔ اور اس مشاہدہ کو آنکھ کیمرہ کی آنکھ کی طرح اپنے اندر محفوظ کرلیتی ہے۔ اگرچہ حسن وجمال صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحیح عکاسی سے آنکھیں قاصر ہیں۔ پھر بھی اربابِ مشاہدہ اپنے اپنے ذوق۔ استعداد کے مطابق اس جنت نگاہ منظر کو بے کم وکاست دوسرے سعادت مندوں تک پہنچاتے ہیں؛

حسن وجمال کے ایک ایک نقش کی اس محافظ اور امین جماعت کو احادیث اور سیرتِ طیبہ میں وصّاف[2] کے نام سے

[1] ابن کثیر کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو غمزدہ پاکر، غم کی وجہ دریافت کی تو وہ شدّتِ جذبات سے بے قابو ہوگئے۔ اور عرض کیا یا نبی اللہ! آج تو ہم اپنی بے تابیوں اور بیقراریوں کو آپ کے حسن وجمال کی زیارت سے تسکین دے لیتے ہیں۔ مگر آخرت میں ہماری اس بیقراری اور ذوقِ دید کی تسکین کس طرح ہوگی؟
(ابن کثیر صہ ۵۲۲ جلد ۱)

[2] وصّاف" واصف" کا اسم مبالغہ ہے۔ جس سے مراد ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صوری اور معنوی اوصاف حمیدہ' عارف وحافظ۔ اور کثرت سے بیان کرنے والا؛
نسیم الریاض۔ علامہ خفاجی صہ ۳۹۱ ج ۳ شرح الشمائل۔ ملا علی قاری صہ ۳۳ ج ۱

یاد کیا گیا ہے۔ عرب اپنے موارد غضب کی یادداشتوں میں منفرد اور یکتا ہیں مگر محبوب الٰہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی منظر نگاری میں وہ سخت محتاط ہیں۔ اس لئے کہ امکانِ بشری کی کوتاہی کہیں ضبطِ اعمال وایمان کا باعث نہ بن جائے۔ اور اس لئے بھی کہ مقربین بارگاہِ رسالت پر ذاتِ محمّد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حشمت وجلال کا دبدبہ اور جلالت اس قدر طاری رہتی تھی کہ وہ بارگاہِ رسالت سے بے پناہ محبت و عقیدت کے باوصف اپنے قلبِ نظر کے ذوق کی کماحقہٗ تسلّی نہیں کرپاتے تھے۔ دنیا کے مشہور مسلم دانشمند اور سیاستدان عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے؛

"اسلام قبول کرنے کے بعد میرے قلب ونظر میں سب سے زیادہ محبوب اور جلیل القدر، فقط محبوب ربّ العالمین محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی تھی۔ بایں ہمہ آپ کا مقدّس ومنوّر سراپا، خدوخال اور اوصاف حمیدہ بیان کرنا میرے لئے مشکل ترین کام ہے اس لئے کہ میں نے اپنے اندر کبھی ایسی ہمت نہیں پائی کہ آنکھیں سیر ہوکر آپ کے دیدار سے مستنیر و مستفید ہوسکیں؛

پھر بھی صحابہ کرام کے نفوس قدسیہ میں ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جس نے صاحبِ خلقِ عظیم، ہبطِ جبریل اور صوری و معنوی حسن وجمال کے موصوفِ حقیقی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک ایک نقش کو محفوظ کرکے دوسروں تک اس احتیاط سے پہنچا دیا کہ اگر آپ تحقیق و تنقیح کے اعلیٰ ترین معیار پر ان روایات کو پرکھنا چاہیے۔ اور اگر عقیدت ومحبت، ایمان اور ایقان کی کسوٹی پر ان مرویات کو جانچیں۔ تو آپ کچھ ایسا محسوس کریں گے کہ واقعی وہ بے مثال سراپا اور اس کے محترم ومقدس خدوخال آپ کے قلب وذہن میں مرتسم ومستحضر ہوگئے ہیں؛

ان فاتکم ان تروہ بالعیون فما — یفوتکم وصفہ ھٰذہ شمائلہ
مکملا لذات فی خلق وفی خلق — وفی صفات فلا تحصٰی فضائلہ

اخلای ان شط الحبیب ودارہ — وعزّ تلاقیہ ونائت منازلہ
وفاتکم ان تبصروہ بعینکم — فما فاتکم منہ فھذہ شمائلہ

جن نفوس قدسیہ کو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصّاف ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے ان میں سے کچھ اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ سیدنا ابوبکر صدیق۔ امہات المؤمنین بالخصوص بی بی عائشہ صدیقہ۔ سیّدنا علی۔ سیّدنا عمر فاروق۔ ہند بن ابی ہالہ حضرت حسن بن علی، حضرت جابر بن سمرۃ۔ سیّدنا انس، سیّدنا ابن مسعود، سیّدنا ابن عباس۔ سیّدنا ام سلیم۔ سائب بن یزید حضرت

ابو الدرداء ۔ براء بن عازب ۔ ام خالد بنت خالد بن سعید، حسان بن ثابت ۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ۔ کعب بن مالک، ربیع بنت مسعود اور ابو الطفیل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان نفوس قدسیہ کی افضل ترین مصروفیت بلکہ اعلیٰ عبادت، ذکر حبیب اور یاد حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تھی ۔

خدا سودا اگر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا

ابو الطفیل بصرہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں ۔ ان کا معمول تھا کہ عاشقان جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اس وقت جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاواسطہ مشاہدہ کرنے والا صرف میں ہی ایک فرد بقیہ حیات ہوں ۔ لہٰذا مجھ سے اوصاف حمیدہ کے دریائے شاہوار کو جسقدر حاصل کرسکتے ہو حاصل کرلو اور سینوں میں محفوظ کرلو ۔

بصرہ کے تابعی محدث سعید جریری اور عامر بن واثلہ لیثی حسن وجمال کی صفت سننے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے[۱] اور عرض کی کہ ہمیں کمالِ حسن و لطافت جمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیجئے ۔

مصلحت دید من آں ست کہ یاراں ہمہ کار بگزارند و خم طرہ یارے گیرند

سیدنا حسن بن علی اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کے پاس اپنے ذوق وشوق اور عشق جمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ لیکر حاضر ہوتے ہیں تاکہ آپ کے صوری اور معنوی حسن وجمال کے استحضار سے دلِ مشتاق اور نظر بیتاب کے سکون و انبساط کا سامان فراہم کریں ۔

سیدنا جابر بن سمرہ مشتاقان حسن وجمال صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہے ہیں کہ آپ کے ریش مبارک میں تقریباً بیس سفید موئے مبارک تھے اور وہ بھی تیل لگانے کے بعد نظر نہیں آتے تھے ۔ ایک محفل میں کسی نے آپ کے رخ زیبا کو شمشیر کی طرح عریض و لامع کہا ۔ تو جابر نے فرمایا نہیں نہیں ۔ آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور گولائی کی طرف مائل[۲] ۔ ایک بار جابر بن سمرہ کے بچپن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے از راہ شفقت و تلطف رخسار پر ہاتھ پھیرا ۔ تو وہ پوری زندگی دستِ مبارک کے مس کی ٹھنڈک اور اس کی عطر بیزی محسوس کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ میرا وہ گال میرے دوسرے گال سے زیادہ حسین وجمیل نظر آتا تھا[۳] ۔

سیدنا انس فرماتے ہیں، آپ کی رنگت روشن، اور پسینے کے قطرے موتی کی طرح چمکدار اور مشک وعنبر سے زیادہ معطر تھے ۔

گلاب کہتے ہو کیا، عطر صد بہار کہو — حضور سرور کونین کے پسینے کو! (رشمی بریلوی)

آپ کی مقدس کفِ دست کے سامنے حریر و دیباج کی نرمی کی کوئی حقیقت نہیں تھی !

۱؎ شرح الشمائل للملا علی قاری ص۵۳ ۲؎ دلائل النبوۃ ۳؎ اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۸۹

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفصیلی طور پر اوصاف جمال نبوی بیان کرنے کے بعد خلاصہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"جو بھی آپ کی صفت اور منعت بیان کرنا چاہے گا ۔ وہ یہی کہیگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ میں نے پہلے دیکھا ہے اور نہ بعد میں دیکھ سکوں گا[۱]"

ربیع بنت معوذ ایک مشتاق جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتارہی ہیں کہ "بیٹا! اگر تم اس حسن وجمال جہاں آرا کو دیکھتے تو تمھیں ایسا محسوس ہوتا گویا سورج طلوع ہورہا ہے" ۔ یعنی آپ کے رخ انور پر جمال وجلال اور تجلیات کا اس قدر غلبہ تھا[۲] ۔

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاحب خلق عظیم کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو وہ فرماتی ہیں تمھیں پتہ نہیں آپ تو "کتاب مرقوم" کے ظل مجسم ہیں ۔ اور قرآن ہی تو آپ کے اسوۂ حسنہ کی "لوح محفوظ" ہے ۔

سیدنا ابوبکر صدیق کو اکثر وبیشتر ایک نعتیہ بیت گنگناتے دیکھا جاتا تھا ؛

امین مصطفیٰ بالخیر یدعو — کضوء البدر زایلہ الظلام

سیدنا عمر فاروق زہیر بن سلمی کا ایک شعر عموماً پڑھتے تھے ۔ اور فرماتے تھے اس شعر کا مصداق بجز سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا :۔

لو کنت من شئ سوی بشر — کنت المضئ لیلۃ البدر

سیدنا ابن عمر آپ کے حسن وجمال کے استحضار کے لئے سیدنا ابوطالب کا ایک شعر مسجد نبوی میں عموماً پڑھتے نظر آتے ہیں :۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ — ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد آپ کی پھوپھی روتی جاتی ہیں اور حسن وجمال کے استحضار کے لئے اشعار بھی پڑھ رہی ہیں :

عینی جودا بالدموع السواجم — علی المرتضیٰ کالبدر من آل ہاشم

سماک بن حرب سراپا شوق بنے، جابر بن سمرہ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہیں کہ انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل مقدسہ کا نقشہ ملاحظہ کرنا ہے ۔

حضرت انس کی والدہ ماجدہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ آپ کے قیلولہ کے وقت پسینے کے قطرات جمع کرکے خوشبو میں ملالیتی ہیں ۔ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر عرض کرتی ہیں ، میں آپ کے قربان! یہی تو ہماری نفیس ترین خوشبو اور عطر ہے ۔ جس میں آپ کے پسینے کے چند قطرات ملائے گئے ہیں اور اس سے تبرکت

۱؎ اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۸۹ ۲؎ اشعۃ اللمعات ص۴۸۹

کی امیدیں رکھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب کبھی شادیاں ہوتیں تو متبرک عطر کے لئے لوگ بی بی ام سلیم کے در دولت پر حاضر ہوتے!

سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان ہائے مبارک کے درمیان سے نور خارج ہوتا دکھائی دیتا تھا کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ انبساط و مسرت کے وقت آپ کا رخ زیبا چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم اس کیفیت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔

عطاء بن یسار، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے توریت کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اور ابن عمرو بن عاص فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم، آپ تورات میں بھی بعض ایسی صفات سے موصوف ہیں۔ جیسی قرآن حکیم میں آپ کی صفت بیان کی گئی ہے" (ا؎)

بیہقی کی ایک روایت کے مطابق آپ ایک یہودی بچے کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں لڑکے کا والد توریت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے قسم دے کر فرمایا بتاؤ توریت میں میری صفت تمھیں نظر آئی اس نے تو انکار کر دیا مگر اس کا لڑکا پکار اٹھا' ہاں ہاں: بیشک ہم آپ کی نعت وصفات اور ہجرت وغیرہ کا ذکر توریت میں پڑھا کرتے ہیں۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت کی برکت سے یہ لڑکا حلقہ بگوش اسلام ہوگیا:

وقاف، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو آپ بغور مطالعہ فرمائیں اور ذوق وعرفان آپ کی یاوری کرے تو آپ اپنی عقیدت کو عظمت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر ناپیدا کنار میں مستغرق پائیں گے؛

یوں محسوس ہوتا ہے کہ گرامی قدر وصّافانِ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ کا ذخیرہ اپنی وسعت و کثرت کے باوجود اپنی تنگ دامانی کی شکایت کر رہا ہے ؎

دامانِ نگہہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں نظر از تنگیِ داماں گلہ دارد

اور وجہ یہ ہے کہ جس حسن وجمال کو خلاق عالم نے بے مثل و بے عدیل تخلیق فرمایا ہو اس کے صوری و معنوی رفعتوں کا احاطہ الفاظ سے ممکن ہو تو کیونکر ہو!

نہ حسن یار را غایت
نہ سعدی را سخن پایاں

اس لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی، ابن حجر ہیتمی، علامہ حقی، سید عبدالغنی نابلسی، سیوطی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے:-

مکلف عاقل پر فرض ہے کہ وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ "بلاشبہ اللہ سبحانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کو۔ بے مثال پیدا فرمایا اور یہ کہ آپ کے جسم انور کی خوبیاں نہ تو آپ سے پہلے کسی میں ظاہر ہوئیں نہ بعد میں ظاہر ہوں گی"؎

ذوق ایمان وایقان کے لئے ابوالکلام آزاد کا یہ قول ملاحظہ ہو "خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے' کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہٗ لاشریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت وعبدیت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ اور اس کے حسن وجمال کی فردیت کا کوئی شریک نہیں"؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

شرکت سے شمس پاک ہیں اوصافِ مصطفیٰ
وہ جوہر جمال ہے تقسیم سے وَرا (شمس بریلوی)

شعر یا سحر

شعر کو تاثیر کے تناظر سے دیکھیں تو وہ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے "سحر" سے ملتا جلتا ہے۔ شعر نہ صرف ذہن اور قلب کو متاثر کرتا ہے بلکہ اپنی منفرد خصوصیات کے باعث شدید رقت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ شعر میں طلب، تخیل اور خلوص کا حسن شامل ہو تو مخاطب یا سامع اپنے اندر بجلی کی رو جیسی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت رنج والم اور انبساط ونشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پڑھی جا سکتی ہیں

عرب کلام اللہ کو شعر یا سحر کہہ کر اصل میں کلام اللہ کی تاثیر کا اعتراف کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت الٰہی کے تحت اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ پھر بھی باہمہ تقدس وعصمت اور عظمت شعر سے محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شرید ثقفی کو آپ نے امیۃ بن ابی الصلت کے اشعار سنانے کا حکم دیا۔ آپ ایک شعر سننے کے بعد دوسرے شعر سننے کا شوق ظاہر فرماتے تا آنکہ سو شعر سنائے گئے؛

اس اعتبار سے شعر کو ہر وہ نام دیا جا سکتا ہے جس سے روح میں اہتزاز اور قلب و وجدان میں کیف و سرور پیدا ہوتا ہے؛

شعر رسول اکرم کی نظر میں شعر اگر حمد ونعت، دانش وحکمت اور موعظت کے موضوع پر ہو تو وہ "انّ من الشعر لحکمۃ"، کی حدیث کے مصداق مستحسن قرار پا جائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث نے شرید ثقفی

۱؎ شرح الشمائل للملا علی قاری ص ۲۳ ۲؎ رسول رحمت ص ۵۵

کی امیدیں رکھتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب کبھی شادیاں ہوتیں تو متبرک عطر کے لئے لوگ بی بی ام سلیم کے دردولت پر حاضر ہوتے!

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دندان ہائے مبارک کے درمیان سے نور خارج ہوتا دکھائی دیتا تھا کعب بن مالک فرماتے ہیں۔ انبساط و مسرت کے وقت آپ کا رخ زیبا چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم اس کیفیت کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔

عطاء بن یسار، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے توریت کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اور ابن عمرو بن عاص فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم، آپ تورات میں بھی بعض ایسی صفات سے موصوف ہیں۔ جیسی قرآن حکیم میں آپ کی صفت بیان کی گئی ہے۔" (بخاری)

بیہقی کی ایک روایت کے مطابق آپ ایک یہودی بچے کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں لڑکے کا والد توریت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے قسم دے کر فرمایا بتاؤ توریت میں میری صفت تمہیں نظر آئی اس نے تو انکار کر دیا مگر اس کا لڑکا پکار اٹھا، "ہاں! ہاں!! بیشک ہم آپ کی نعت و صفات اور ہجرت وغیرہ کا ذکر توریت میں پڑھا کرتے ہیں۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت کی برکت سے یہ لڑکا حلقہ بگوش اسلام ہو گیا:

وصّاف، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم علیہم کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو آپ بغور مطالعہ فرمائیں اور ذوق و عرفان آپ کی یاوری کرے تو آپ اپنی عقیدت کو عظمت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر ناپیدا کنار میں مستغرق پائیں گے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ گرامی قدر وصافانِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا ذخیرہ اپنی وسعت و کثرت کے باوجود اپنی تنگ دامانی کی شکایت کر رہا ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچیں نظر از تنگیِ داماں گلہ دارد

اور وجہ یہ ہے کہ جس حسن و جمال کو خلاق عالم نے بے مثل و بے عدیل تخلیق فرمایا ہو اس کے صوری و معنوی رفعتوں کا احاطہ الفاظ سے ممکن ہو تو کیونکر ہو!

نہ حسن یار را غایت
نہ سعدی را سخن پایاں

اس لئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی، ابن حجر ہیتمی، علامہ حقی، سید عبدالغنی نابلسی، سیوطی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا ہے:۔

مکلف عاقل پر فرض ہے کہ وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ "بلاشبہ اللہ سبحانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کو بے مثال پیدا فرمایا اور یہ کہ آپ کے جسم انور کی خوبیاں نہ تو آپ سے پہلے کسی میں ظاہر ہوئیں نہ بعد میں ظاہر ہوں گی"[1]

ذوق ایمان و ایقان کے لئے ابوالکلام آزاد کا یہ قول ملاحظہ ہو "خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لاشریک ہے، کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔ اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہ لاشریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کی فردیت کا کوئی شریک نہیں"[2]!

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھو الحسن فیہ غیر منقسم

شرکت سے شمس پاک ہیں اوصاف مصطفیٰ
وہ جوہر جمال ہے تقسیم سے وَرا (دشمق بریلوی)

شعر یا سحر

شعر کو تاثیر کے تناظر سے دیکھیں تو وہ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے "سحر" سے ملتا جلتا ہے۔ شعر نہ صرف ذہن اور قلب کو متاثر کرتا ہے بلکہ اپنی منفرد خصوصیات کے باعث شدید رقت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ شعر میں طلب و تخیل اور خلوص کا حسن شامل ہو تو مخاطب یا سامع اپنے اندر بجلی کی رو جیسی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت رنج و الم اور انبساط و نشاط کی کیفیات سامعین کی آنکھوں سے پڑھی جا سکتی ہیں

عرب کلام اللہ کو شعر یا سحر کہہ کر اصل میں کلام اللہ کی تاثیر کا اعتراف کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت الٰہی کے تحت اگرچہ شاعر نہیں تھے۔ پھر بھی باہمہ تقدس و عصمت اور عظمت شعر سے محظوظ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شرید ثقفی کو آپ نے امیۃ بن ابی الصلت کے اشعار سنانے کا حکم دیا۔ آپ ایک شعر سننے کے بعد دوسرے شعر سننے کا شوق ظاہر فرماتے "تا آنکہ سو شعر سنائے گئے"!

اس اعتبار سے شعر کو ہر وہ نام دیا جا سکتا ہے جس سے روح میں اہتزاز اور قلب و وجدان میں کیف و سرور پیدا ہوتا ہے!

شعر رسول اکرم کی نظر میں

شعر اگر حمد و نعت، دانش و حکمت اور موعظمت کے موضوع پر ہو تو وہ "اِنَّ من الشعر لحکمۃ" کی حدیث کے مصداق مستحسن قرار پایا جائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث نے شرید ثقفی

---

[1] شرح الشمائل للملا علی قاری ص ٣٣٢ [2] رسول رحمت ص ٥٥

کی مذکورہ روایت کی روشنی میں فرمایا ہے، اچھے اشعار سننا مستحسن ہے!

ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اچھے اشعار کو مستحسن اور برے اشعار کو مذموم سمجھنا چاہئیے۔ شعر کے بارے میں کعب بن مالک کے دریافت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے خالق کی قسم آپ کے اصحاب کے ہجویہ اشعار کفار کو تیروں سے زیادہ اذیت دیتے ہیں!

ایک بار حسان بن ثابت کے متعلق فرمایا، حضرت حسان نے کفار کی ہجو کرکے نہ فقط مسلمانوں کو کفار کی اذیت سے نجات اور شفا دلائی ہے بلکہ اپنے لئے بھی دنیا و آخرت میں شفا کا سامان فراہم کیا ہے! ایک بار حضرت حسان سے مخاطب ہوکر فرمایا "جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی مدافعت کرتے رہوگے۔ جبریل امین تمھاری تائید کرتے رہیں گے"۔ ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی محفل میں عبداللہ بن رواحہ کو فرمایا شعر سناؤگے؟ ابن رواحہ متامل ہوئے تو آپ نے ان کے سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا "مشرکین کی مذمت کا موضوع مناسب رہے گا"! حضرت ابن رواحہ ذہنی طور پر شاید تیار نہیں تھے۔ بہرحال سوچ کر ابن رواحہ نے کچھ اشعار پیش خدمت کئے۔ حضرت ابن رواحہ نے جب یہ شعر پڑھا ؎

فثبت اللہ ما اتاک من حسن　　تثبت موسیٰ ونصرا کالذی نصروا

(اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال۔ ثبات و نصرت کا بیان ہے)

یہ شعر سن کر آپ کا رخ انور چمک اٹھا، اپنا رخ انور ابن رواحہ کی طرف کرکے بڑی شفقت اور توجہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بھی ثبات و استقامت عطا فرمادے!

مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے لئے سیدالمرسلین کے حکم سے منبر رکھا جاتا تھا جس پر کھڑے ہوکر حضرت حسان بن ثابت مدح سیدالمرسلینؐ میں اشعار پڑھتے اور روح القدس کی تائید کی دعائیں حاصل کرتے!

نضر بن حارث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ایذارسانی کے نتیجہ میں قتل ہوچکا تھا۔ اس کی لڑکی اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے ہوئے مل گئی اور شدت جذبات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اس قدر زور سے کھینچی کہ آپ کا دوش مبارک کھل گیا۔ اس نے غم کے ملے جلے جذبات کے ضمن میں یہ چند نعتیہ اشعار پیش کئے:

؎ اُمحمد ولانت صنؤ نجیبۃ　　فی قومھا والفحل فحل معرق

والنضراقرب من اخذت بذلہ　　واحقھم ان کان عتق یعتق

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصوم ذات نضر کی بیٹی کے ان المیہ اشعار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی!

آپ نے فرمایا "میں نے جو کچھ ابھی سنا۔ اگر نضر کے قتل سے قبل سنتا تو یقیناً اس کے قتل کا فیصلہ منسوخ فرماتا"![1]

میرے خیال میں شدت جذبات کے موثر اظہار کا اگر کوئی پیرایہ، کوئی ذریعہ یا طریقہ ہے، تو وہ شعر ہی ہے۔ اگر اشعار دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوں تو ان کی اثر آفرینی کا آپ اندازہ نہیں کرسکتے!

مندرجہ معروضات کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدحیہ اشعار سے نہ صرف مسرور اور لطف اندوز ہوتے بلکہ آپ سراپا مسرت بن جاتے۔ آپ کی یہی مسرت تائید ایزدی اور روح القدس سے غیبی مضامین کے نزول کا وسیلہ بن گئی! اور آپ کی یہی مسرت، شاعر رسالت مآب کو برکات وعنایات کا سزاوار بنا گئی!

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی اذیت کے لئے کفار نے تمام امکانی حربے استعمال کئے مگر حق کے مقابلے میں انھیں بری طرح شکست کھانا پڑی۔ آخرالامر کفار نے ہجویہ اشعار اور بیہودہ کلمات سے ایذارسانی کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان اور سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر اپنے آقا و مولےٰ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ صحابہ کرام اس ناقابل برداشت اذیت کے تدارک پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے! اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجویہ زبان کا جواب ہجویہ زبان سے دینے کا اشارہ دیا۔ ارشاد فرمایا "اس قوم کو کیا ہوا جس نے رسول خدا کی دست و بازو سے تو مدد کی، مگر زبان سے نہیں"! اس ارشاد کے جواب میں حسان بن ثابت مؤدبانہ کھڑے ہوگئے۔ مگر یہ بہت ہی نازک معاملہ تھا۔ کفار کی ہجو کے معنی قریش کی ہجو تھی۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قریش سے متعلق تھے۔ حسان نے عرض کی، یا رسول اللہ! کفار کی ہجو کرتے وقت میں آپ کو اس طرح الگ کردوں گا جس طرح بال آٹے سے بآسانی نکالا جاسکتا ہے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت کو علم الانساب کے ماہر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب میں توحید، عظمت رسول اور کفار کی ہجو میں اشعار پیش کئے تو نہ فقط کفار کی زبان درازی کا سلسلہ منقطع ہونے لگا۔ بلکہ رسول اکرم کی مدح و نعت کی برکت سے تائید ایزدی کا غیبی سامان بھی بہم پہنچا۔ صحابہ کے قلب و ذہن انبساط و مسرت سے معمور ہوگئے!

اس طرح حسان بن ثابت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ بارگاہ نبوی کے پہلے شاعر مقرر ہوئے۔ آگے چل کر حضرت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما حمد باری تعالیٰ، نعت رسول اللہ

---

[1] مقدمہ دیوان حسان بن ثابتؓ صد ق.م

صلی اللہ علیہ وسلم اور حقانیت اسلام کی اشاعت کی اس موثر اور عظیم ترین خدمت میں شریک ہو گئے۔

کعب بن زہیر بارگاہ نبوی میں ایسے موقع پر حاضر ہوئے، جب کہ ان کے قتل کے احکام اِن کی زبان د[...]
کے باعث، صادر ہو چکے تھے۔ بظاہر تو ان کی توبہ اور ان کی نجات کے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ آخری امید کے طور پ[...]
کعب بن زہیر نے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا۔ مدح و نعت کی یہی پرخلوص سعی کعب بن زہیر کے گنا[...]
سے درگزر اور دین و دنیا میں ان کی سرفرازی کا وسیلہ بن گئی۔ اسی موقعہ پر کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسال[...]
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ مشہور عالم قصیدہ پیش کیا جس میں ایک مقام پر رسولِ رحمت نے اصلاح فرمائی اور خوش[...]
بھی ہوئے!

ان الرسول لنور یستضاء بہ   مهند من سیوف الهند مسلول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیوف الهند" کی جگہ "سیوف اللہ" کی درستی فرمائی اور اس مدحیہ قصیدہ پر سر[...]
کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے اُنھیں اپنی ردائے مبارک عنایت فرمادی۔

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام نے پہلی مرتبہ شعر و سخن کی صنف میں منفرد موضوعات
پیش کئے اور توحید و رسالت کے پیغام کی مؤثر اور دلکش و دلنشین انداز میں تبلیغ کی۔

نعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ جوشِ ایمانی، رقت قلبی اور لطف و مسرت، محبتِ رسول، جاں نثار[ی]
اور فداکاری ان نعتوں کا موضوع ہوتے تھے۔ ان حضرات نے اپنی شاعری میں ان مضامین کو دنیا کے سامنے پ[یش]
کیا، توسل اور استغاثہ کا مبنی بر حقیقت اور ایک نیا باب قائم ہوا۔ نعت نبوی کی اس ابتدائے سے رفتہ رفتہ ہر زبا[ن]
میں مدح مولود کا ایک پاکیزہ اور گرانمایہ ذخیرہ جمع ہو گیا جس کی بدولت یقیناً حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے س[...]
میں گرانقدر اضافہ ہوا۔

ملاحظہ فرمائیے یہ چند اشعار جن کو عالم اسلام نے وردِ زباں بنالیا ہے۔ یہ نعت پاک کا وہی ابتدائیہ ہے جس[...]
میں نے ذکر کیا ہے:-

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ   اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ   فذو العرش محمود وھذا محمد

واف وماض شہاب یستضاء بہ   بدر انار علی کل الاماجید
مبارک کضیاء البدر صورتہ   ما قال کان قضاء غیر مردود

ویتلو کتاب اللہ فی کل مسجد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر رنج و حزن کا پہاڑ ٹوٹا۔ بارگاہ رسالت کے شاعر تڑپ اٹھے۔ اور اس جانگسل
رنج و غم کا اظہار کچھ اس طرح کیا ؎

ظللت بھا ابکی الرسول فاسعدت   عیون ومثلاھا من الجفن تسعد
تذکر آلاء الرسول وما اری   لھا محصیا نفسی فنفسی تبلد
فبورکت یا قبر الرسول و بورکت   بلاد ثوی فیھا الرشید المسدد
ولبس ھوائی نازعا عن ثنائہ   لعلی بہ فی جنۃ الخلد اخلد
مع المصطفی ارجو بذاک جوارہ   وفی نیل ذاک الیوم اسعی و اجھد
واحسن منک لم ترقط عینی   واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءً من کل عیب   کانک قد خلقت کما تشاء
فان ابی و والدہ وعرضی   لعرض محمد منکم وقاء

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے مدحیہ اور نعتیہ اشعار کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ شدت مرض میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خصوصی توجہات عالیہ کے مستحق ٹھہرے اور نگاہِ لطف و کرم ان کے لئے تخفیف مرض کا باعث بن گئی۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رواحہ ہی کے لئے خصوصی طور پر دُعا فرمائی:-

اللھم ان کان اجلہ قد حضر فیسرہ علیہ وان لم یکن حضر اجلہ فاشفہ[۱]

"خدایا، اگر اس کی موت کا وقت پہنچ چکا ہے تو موت اس پر آسان فرمادے اور اگر موت کا وقت ابھی
نہیں ہے تو اسے شفا عطا فرما۔"

اِس واقعہ کی روشنی میں یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت و برکت
اور نظرِ عنایت ان مدحت نگار شعرا کے شامل حال رہتی تھی۔

ابن رواحہ کا بہترین مدحیہ قصیدہ وہ ہے۔ جس کا ایک شعر ہے:- ؎

روحی الفداء لمن اخلاقہ شھدت   بانہ خیر مولود من البشر
عمت فضائلہ کل العباد کما   عم البریۃ ضوء الشمس والقمر
لو لم تکن فیہ آیات مبینۃ   کانت براھتہ بنبیک بالخبر
انت البحر من یحرم شفاعتہ   یوم الحساب فقد ازری بہ القدر
فثبت اللہ ما اتاک من حسن   تثبیت موسیٰ ونصرا کالذی نصروا

---

[۱] صفحہ ۲۹۸ اصابہ ج ۲

ابن اسلام میں داخل ہوا تو اس نے ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا ؎

فاغفر فدیٔ لک والدی کلاھما — زللی فانک راحم مرحوم

وعلیک مزسمۃ الملیک علاقہ — نورٌ اغر وخاتم مختوم

اعشے بکر بن وائل :-

نبی یری مالا ترون وذکرہ — اغار لعمری فی البلاد وانجدا

مالک بن عوف نضری فرماتے ہیں :-

ماان رئیت ولا سمعت بمثلہ — فی الناس کلھم بمثل محمّد

اوفی واعطی للجزیل اذا اجتدے — ومتی تشا یخبرک عما فی غد

مازن بن غضوبہ طائی اسلام قبول کرتے وقت عرض پیرا ہیں ؎

الیک رسول اللہ خبت مطیتی — تجوب الفیافی من کان الی العرج

لتشفع لی یاخیر من وطئ الحطی — فیغفر لی زلی فارجع بالعلج

طلع البدر علینا — من اثنیات الوداع

وجب الشکر علینا — مادعیٰ للہِ داعی

اسلامی ادب میں مدح ولغت کا ذخیرہ

اس میں شک نہیں کہ نعت اور مدح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبع و مصدر کلام اللہ ہے اس لئے گرامر اور منطق کے چند فنون چھوڑ کر باقی تمام فنون میں قصداً خواہ ضمناً مدح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم ذخیرہ آپ موجود پائیں گے۔ فقہ، تفسیر، حدیث عقائد، تاریخ اسلام اور سیرت طیبہ کے فنون میں تو مرکزی حیثیت ہی رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ گویا نعت منثور ہے۔

ادب اور شاعری میں بھی نعت و مدح رسول عربی کا حصہ بلاشبہ اس قدر عظیم ہے کہ اگر مدح ولغت کے ذخیرہ کو "کتاب مجموعہ فنون وعلوم" کے طور پر جمع کرنے کی کوئی اکیڈمی قائم کی جائے تو یقیناً اس بحر ذخار کی فہرست متعدد جلدوں میں سمائے گی۔ عربی، فارسی، سندھی بلوچی، پنجابی، ریاستی، اردو، ترکی تقریباً ہر زبان میں نعتیہ کلام کثرت سے موجود ہے۔

اسے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ اور فقط آپ ہی کی ذات کو قلبی محبت

---

[1] یہ اشعار بنی نجار کی بچیوں نے فرط مسرت میں اس وقت پڑھے، جب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم مقدسہ نے سرزمین مدینہ کو مشرف اندوز سعادت کیا

اور تقدیس جذبات کے تحت حقائق کے مطابق موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ افسانوی انداز اور خواب و خیال کی دنیا کا تو یہ گزر بھی نہیں ہے۔

علامہ یوسف بنہانی رحمۃ اللہ علیہ رئیس محکمۃ الحقوق بیروت نے اس باب میں عالم اسلام پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ انھوں نے ڈھائی ہزار سے زائد صفحات پر عربی مدحیہ و نعتیہ کلام کے انتخاب کو جمع فرمایا۔ علامہ بنہانی واقعی اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ اس طرح کا کوئی بھی مجموعہ اب تک پیش نہیں ہوا۔ اس مجموعہ میں پچیس ہزار سے زائد ابیات، ساڑھے چار سو سے زائد قصیدے ۹۹ مقطوعات کے علاوہ تخمیس، تشطیر اور موشحات وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اردو زبان میں اس قسم کا کوئی مجموعہ فقیر کی نظر سے نہیں گزرا[1]۔ البتہ سندھی ادب کو یہ اعزاز (ڈاکٹر این، اے بلوچ ڈائریکٹر امور ثقافت و ہجرہ کونسل کی مساعی جمیلہ سے) حاصل ہے۔ کہ اس میں مدح و مولود پر پرانے شعراء کا کلام مشتے نمونہ خروار پیش کیا گیا ہے۔

قصیدہ بردہ

ہم "قصیدہ بردہ" کے فنی پہلوؤں پر گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ یہاں فقط اس کی اہمیت عظمت اور قبولیت کے حوالے سے گفتگو کریں گے۔

اس قصیدہ کی اہمیت میری ناقص رائے یہ ہے کہ اس قصیدہ شریف نے شعر وادب کی دنیا میں نہ فقط ایک انقلاب برپا کر دیا۔ بلکہ مدح ولغت کے باب میں ایک طرح کی کرامت کا اظہار کیا ہے۔ یہ قصیدہ بردہ ہی ہے جس نے دوسرے شعراء کو مدح رسول کی سچی رغبت دلائی اور خود مصنف کو صرف اسلامی دنیا ہی میں نہیں۔ بلکہ علم و ادب کی بین الاقوامی دنیا میں عظمت کے آسمان تک پہنچا دیا۔

پروفیسر علی محسن صدیقی نے بجا اور درست کہا ہے کہ "عربی نعت گو شعرا میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت اور بقائے دوام کا اعزاز ملا وہ بوصیری کا قصیدہ "بردہ شریف" ہی ہے"۔

قصیدہ بردہ کی قبولیت

میری حقیر رائے میں قصیدہ بردہ کی اہمیت، شہرت کے حوالے سے نہیں، بلکہ اس کی قبولیت اور لازوال قبولیت کے حوالے سے متعین کی جاسکتی ہے اور اسے یہ

---

[1] اس سلسلہ میں کلیات محسن کاکوروی۔ دیوان شہیدی۔ دیوان امیر مینائی۔ حدائق بخشش، ہر سہ حصہ۔ ذوق نعت، دیوان حمید صدیقی لکھنوی۔ تین نعتیہ دیوان بہزاد لکھنوی۔ حنیف اسعدی کا مجموعہ کلام نعت۔ اقبال عظیم کا منتخب نعتیہ کلام دیکھئے۔ ان تمام مجموعوں کے نعتیہ اشعار کی تعداد کئی ہزار سے متجاوز ہے۔ ہاں ایک جگہ یہ تمام کلام نہیں ہے۔ حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی نے "سبعہ سیارہ" کے نام سے ۷ دیوان قصاید نعت

قبولیت اس معجزہ مبارکہ کے نتیجہ میں حاصل ہوئی جس کا ظہور قصیدہ شریف پیش کرنے پر ہوا۔ اور جس کے باعث صاحب قصیدہ بردہ لاعلاج مرض سے شفایاب ہوئے۔ قصیدہ شریف کی لازوال قبولیت نے اسے ادب و احترام کے کئی نام دیئے۔ قصیدہ۔ غراء۔ میمونہ۔ مبارکہ۔ زہراء۔ فریدہ وغیرہ!

اسلامی لٹریچر میں کتب احادیث کے بعد سب سے زیادہ قبولیت کا اعزاز قصیدہ بردہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ بلاشبہ پریس کی ایجاد سے پیشتر فقط اس کے قلمی نسخے لاکھوں میں تحریر و تقسیم ہوئے۔ قصیدہ کی کتابت اور نقاشی میں اسی عقیدت کا اہتمام ضروری سمجھا گیا جو کلام اللہ اور احادیث مبارکہ میں سمجھا جاتا تھا؛

راقم الحروف کی نظر سے مختلف قلمی نوادرات اور کتبخانوں میں قصیدہ میمونہ کے جس قدر بھی نسخے گزرے ان میں اکثر نسخوں کے جدول مطلا ہیں۔ اور نفیس ترین کتابت کے حامل ہیں۔ جامعہ راشدیہ میں ایک ایسا ہی نفیس شہ پارہ فارسی ترجمہ کے ساتھ موجود ہے۔ چار سو سال سے زیادہ پرانا ہونے کے باوجود اس کے نقوش اپنی چمک و دمک سے بتا رہے ہیں کہ یہ تو گویا آج کی کتابت اور نقاشی ہے۔ اسی طرح الکبیر اکیڈمی میں سیّد علی ہمدانی کی فارسی شرح کا نسخہ بھی اپنی نفاست کے باعث قابل دید ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۱۱ رجب کا لکھا ہوا ہے؛

نیشنل میوزم کراچی میں بھی قصیدہ بردہ شریف کا ایک نسخہ نظر نواز موجود ہے جس پر پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّل پاگارہ کی مہر ثبت ہے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب پاگارہ قبلہ کے ہاں قصیدہ بردہ کے متعدد نسخے نہ فقط لائبریری کی زینت کا باعث تھے۔ بلکہ وہ مشائخ و مخادیم کو برکت کے طور پر تقسیم بھی ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ نیشنل میوزیم نے پیر صاحب جھنڈو کا جو کتب خانہ خریدا ہے اس میں قصیدہ بردہ کا مذکورہ نسخہ بھی ہے؛

قصیدہ المدیح مشائخ اور علماء کی نظر میں

قدوۃ علمائے راسخین، زبدۃ السالکین مفسر قرآن علامہ شیخ زادہ رقمطراز ہیں:۔

"قصیدہ بردہ شریف کی برکات کا مشاہدہ کثرت سے ہوا ہے۔ جمہور خواص و عوام نے اس کے عجائب کو اس تواتر سے پایا کہ مجھے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی"۔

علامہ خرپوتی کی نظر میں قصیدہ شریف بابرکت اور دینی و دنیوی حوائج میں یقینی حد تک مؤثر اور مجرّب ہے۔ بشرطیکہ شرائط اور حضور قلب کی رعایت کی جائے؛

حضرت عارف کامل سید علی ہمدانی شرح قصیدہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قصیدہ شریف کی برکات تقریر و تحریر سے زیادہ ہیں۔ یہ قصیدہ بادشاہوں کے خزائن اور لائبریریوں میں دفع اعدا اور دفع بلیات کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے"۔

آج کل (علماء اور مشائخ) حوادث و آفات کی شدت اور دفع بلیات میں اس قصیدہ کو وسیلہ یقین کرتے ہیں اسے پڑھ کر اجابت کا انتظار کرتے ہیں۔ کرّۃً مرّۃً (بے حساب) اسے مجرّب پایا گیا۔ اسی لئے علماءؒ اور اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں:

قصیدہ شریف کی معنی اور حقائق پر توجہ رکھی جائے۔ تو ظاہری حظ کے علاوہ باطنی ذوق میسّر آتا ہے۔ اور یقین ہے کہ مقصد، سرعت، اجابت سے سرفراز ہوگا۔ اور پڑھنے والا انشاء اللہ مقصود سے محروم نہیں رہے گا۔ (شرح علی ہمدانی)

الکبیر اکیڈمی کے ایک اور نسخہ کے مطابق جس کی تاریخ کتابت معلوم نہیں تحریر ہے!

"مخدوم عمر موئرہ سے منقول ہے کہ اس قصیدہ کی مخصوص ترتیب کے ساتھ تلاوت دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے تیر بہدف ہے"؛

اسی کتاب میں قصیدہ کی زکوٰۃ اور نصاب کی بابت مختلف تحریریں موجود ہیں؛

مولانا عبدالمالک خان مشیر مال ریاست بھاولپور اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں:۔

"اخلاص و محبت کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کی نعت میں آج تک اس شان کا کوئی قصیدہ نہیں لکھا گیا۔ اس کے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک لفظ میں تاثیر ہے۔ بعض شعروں کی تاثیر کے متعلق بڑے بڑے صالحین اور عام لوگوں نے اس تواتر سے شہادت دی ہے جس کی نسبت شک کرنا خلاف اخلاص ہے"؛

میرے خاندان میں ہمیشہ سے یہ قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ اور میں نے بارہا آزمایا کہ یہ حصولِ حاجات اور دفع مصائب کے لئے تیر بہدف ثابت ہوا ہے[1]

فارسی شرح قصیدہ بردہ تصنیف حسن علیخاں بن ابوالمعالی مولوی مفتی علیخاں میں ہے:۔

"اس قصیدہ فریدہ کے برکات و خصائص سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جس گھر یا تھیلے میں یہ قصیدہ مبارکہ ہو وہ آگ اور چور سے محفوظ رہیگا۔ نیز جس حاجت کے لئے قصیدہ شریف کی تلاوت کی جائے وہ حاجت پوری ہوجائے گی"؛

صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:۔

"اس قصیدہ سے خواص و عوام برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنائز کے آگے اور مساجد (نیز مکاتب و مدارس میں اسے اجتماعی طور) پڑھا جاتا ہے۔ امراض و اسقام میں اس کی برکت سے شفابخشی ہوتی ہے"؛

سہرانی نے کہا اس کی پینتیس ۳۵ تخمیسات تو میں نے خود دیکھی ہیں۔ ایک عجیب تسبیعہ بھی میں نے دیکھا جس کا ہر مصرعہ لفظ اللہ سے شروع ہوتا ہے؛

---

[1] مقدمہ حسن الجردہ فی شرح القصیدہ البردہؒ

اس کی تخمیسات، تشطیرات، تسبیعات اور شروح بکثرت ہیں شیخ ابن المرزوق مغربی نے نہایت ضخیم اور مفصل شرح لکھی ہے
جس میں تصوف کے لطیف مسائل بھی بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

مصر کے مشہور مؤرخ احمد اسکندری اور مصطفےٰ عنانی الوسیط میں رقم طراز ہیں:۔

"اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے مدحیہ کلام کے بعد بہترین قصیدہ اور مدحیہ یہی قصیدہ بردہ ہے: مرض فالج میں اس قصیدہ کو مصنف نے نظم کرکے بارگاہِ رسالت میں اسی کے توسل سے شفا طلبی کی اور اپنے لاعلاج مرض سے شفایاب ہو گئے[2]"

نیز مورخ اسکندری لکھتے ہیں:۔

"اس قصیدہ مدحیہ نے اکثر معاصر شعراء کو مدائح نبویہ لکھنے کی طرف راغب کیا اور بے شمار لاتعداد قصائد لکھے گئے، مگر وہ بردۃ المدیح کے غبار کو بھی نہیں پہنچ سکے[3]"

مشہور محدث، فقیہ، متکلم اور مصنف ملا علی قاری رقم طراز ہیں:۔

"طلب حاجات، نزول مہمات کے موقعہ پر اس قصیدہ کی تلاوت (حاجت براری کے لئے) مجرب ہے"

میرے دل میں اس قصیدہ مبارکہ میمونہ مرضیہ کی خدمت کا جذبہ اس نیت اور امید سے وارد ہوا کہ ظاہری اور باطنی امراض سے شفا کا حصول کر سکوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی برکات سے استفاضہ کر سکوں[4]۔

عطر الوردہ کے مصنف مولوی ذوالفقار علی رقم طراز ہیں:۔

"مجھے جب اپنی لایعنی مصروفیات کا احساس ہوا تو میں نے اس کے کفارہ اور اپنی آخرت میں (استشفاع کو) ذخیرہ کرنے کے لئے قصیدہ بردہ کے شرح لکھنے کا فیصلہ کیا"

میں یہ امید کیونکر نہ رکھوں۔ جب کہ یہ سید الانبیاء کی مدح ہے۔ جس کو آپ نے نہایت ہی توجہ اور شوق سے استماع فرما[یا]
پس اس کے ناظم اور قاری کے لئے بڑی بشارت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک قوم اس کی تلاوت کی مواظبت سے ولایت کے درجا[ت]
پر فائز ہوئی۔

قصیدہ بردہ کے مصنف!

محمد بن سعید ابوعبداللہ شرف الدین دلاصی بوصیری یکم شوال ۶۰۸ میں دلاص میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں حفظ[ِ]
قران، خطاطی اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔
ابوعبداللہ شرف الدین بوصیری۔ امام بوصیری کی حیثیت میں اس وقت مشہور و متعارف ہوئے جب اپنے لاعلاج مرض

---

[1] حاشیہ کشف الظنون ج ۲ ص کالم ۱۳۳۱ء [2] الوسیط ص ۳۱۱ [3] الوسیط ص ۳۱۲
[4] قلمی زبدۃ شرح قصیدہ بردہ ص ۳۰۲

سے تنگ آکر بڑے ہی سوز و گداز اور عشق رسول میں ڈوبا ہوا مشہور مدحیہ قصیدہ بردہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا جس کی
[ب]دولت نہ فقط صاحب قصیدہ بردہ شفایاب ہوئے بلکہ بلاشبہ عالم اسلام کے لاکھوں ظاہری و باطنی مریض اور پریشان حال
[ا]ن کی برکتوں سے مستفیض ہوئے۔ امام بوصیری کا نعتیہ اور مدحیہ کلام بہت زیادہ ہے۔ مگر عالم اسلام میں انہیں شہرت آسمان
[پ]ر قصیدہ بردہ ہی نے پہنچایا۔ اب ان کو کسی دوسرے تفصیلی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ یہی قصیدہ بردہ ان کا تعارف ہے
حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ بردہ کی بدولت عالم اسلام کے عشق و ذوق اور مدح و نعت میں ایک انقلاب رونما ہوا۔
[او]ر ایک نیا رخ اور نیا زاویہ قائم ہوا۔ ہزاروں علماء اور عرفا اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ محض قصیدہ بردہ شریف کی خدمت
[م]یں کسی نہ کسی طرح اپنا نام شامل ہونا ایک عظیم ترین سعادت اور امتیاز خاص سمجھا گیا۔ اس طرح آپ بنظر غائر ملاحظہ فرمائینگے
[ت]و آپ کو معلوم ہوگا اکثر مصنفین اور محققین نے قصیدہ کی شرح محض عشق و ذوق کی فیوض و برکات سمیٹنے کیلئے لکھیں
[او]ر بس! ورنہ علمی لحاظ سے اتنی شروح کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اس کے فہم و مطالب کے لئے دو چار شروح کافی و وافی
[ت]ھیں جب کہ ارباب قال اور اصحاب حال میں بلند پایہ ہستیوں نے اس کی شرح نگاری کو اپنے جذبہ محبت کے اظہار کا ایک
[ع]نوان اور ایک سعادت آفریں طریقہ سمجھا۔ یہی سبب ہے کہ دنیائے علم و عرفاں میں کسی نعتیہ قصیدے کی اس قدر شرحیں
معرضِ تحریر میں نہیں آئیں! جتنی قصیدہ بردہ کی۔

زبدۃ شرح قصیدہ بردہ کے مصنف کے حالات

اب میں قصیدہ بردہ کے شارح جن کی گرانمایہ شرح زبدۃ کے نام سے مشہور ہے کے مختصر حالات لکھتا ہوں: علی بن سلطان محمد
قاری الہروی ثمہ المکی آپ کا نام نامی ہے۔ لقب نورالدین عرف قاری، موصوف ہرات میں پیدا ہوئے[1]۔ مشاہیر عصر حافظ
[اب]ن حجر ہیتمی مکی۔ شیخ ابوالحسن بکری۔ عبداللہ سندی۔ قطب الدین مکی۔ سید علی متقی۔ میر کلاں۔ جیسے نابغانِ روزگار علماء سے
[آ]پ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ معقولات و منقولات، تجوید و قرأت اور خطاطی میں کمال حاصل کرنے کے بعد، حرم شریف ہی میں
[د]رس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے، خطاطی کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ سال میں ایک کلام پاک نہایت
[ہی] نفیس خط میں تحریر کرتے۔ اسی کے ہدیہ پر سال بھر گذر اوقات فرماتے۔

حضرت ملا علی قاری کے علمی فضائل و کمال کا شوافع، احناف و دیگر اکابر نے بلا امتیاز فراخ دلی سے اعتراف
[کی]ا ہے۔ مؤرخ عبدالملک عصامی شافعی لکھتے ہیں:۔

"الجامع للعلوم النقلیه والعقلیه والمتضلع من السنة النبویة أحد جماهیر الاعلام والمشاهیر الاسلام"

قاضی شوکانی آپ کی علو منزلت اور شان اجتہاد کے معترف ہیں:۔

---

[1] آپ کی تاریخ ولادت ... اور تاریخ وفات جیسا کہ مذکور ہے ۱۰۱۴ھ ہے اس طرح آپ نے ... برس کی عمر پائی اور دنیائے اسلام میں اپنی گرانمایہ تصانیف
یادگار چھوڑ گئے۔

"ملا علی قاری کی تصانیف، تفسیر، شرح حدیث، فقہ، قرأت و تجوید، سیرت و شمائل، عقائد و مناظرہ و دیگر تقریباً سو سے زیادہ ہیں؛

"شرح الشفا۔ مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جمع الوسائل بشرح الشمائل للترمذی۔ حاشیۃ علی المواہب اللدنیۃ۔ الزبدۃ العمدۃ فی شرح قصیدۃ البردہ۔ الحرز الثمین للحصن الحصین"۔ اس طرح کی دیگر تصانیف ان کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہیں۔

علم و فضل کا یہ آفتاب مکۃ المکرمۃ میں ۱۰۱۴ھ میں غروب ہوا۔ ان کے علم و فضل کا شہرہ اس حد تک تھا کہ جب مصر میں آپ کے وصال کی خبر پہنچی تو جامع ازہر میں چار ہزار علما اور خواص نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی؛

تصانیف

جامع علوم منقول و معقول علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر قرآن شریف
۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (مشہور زمانہ کتاب ہے)
۳۔ نور القاری شرح صحیح بخاری
۴۔ شرح صحیح مسلم
۵۔ جمالین حاشیہ تفسیر جلالین
۶۔ شرح شفاء قاضی عیاض اندلسی رح
۷۔ جمع الوسائل شمائل (ترمذی رح)
۸۔ شرح جامع الصغیر فی حدیث البشیر السیوطی رح
۹۔ حرز الحین شرح حصن حصین؛
۱۰۔ شرح اربعین امام نووی رح
۱۱۔ شرح الشرح علی شرح نخبۃ الفکر
۱۲۔ شرح فقہ اکبر
۱۳۔ شرح شاطبیہ
۱۴۔ شرح ثلاثیات البخاری؛
۱۵۔ شرح موطا امام محمد رح
۱۶۔ سند الانام شرح مسند الامام
۱۷۔ اثمار الجنیہ فی اسمار الحنفیہ
۱۸۔ نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادر
۱۹۔ الحظ الاوفر فی الحج الاکبر
۲۰۔ خرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح عقائد
۲۱۔ المصنوع فی معرفۃ الموضوع
۲۲۔ ضوء المعانی شرح بدر الامالی
۲۳۔ معدن العدنی فی فضائل اویس القرنی
۲۴۔ تذکرۃ الموضوعات
۲۵۔ حزب الاعظم
۲۶۔ حاشیہ مواہب لدنیہ
۲۷۔ الناموس فی تلخیص القاموس
۲۸۔ شرح عین الحکم

ان مذکورہ کتب کے علاوہ آپ کے بہت سے رسائل اور ہیں؛ آپ کی یہ تمام کتب ارباب علم و فضل سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدہ امتثالا لامرہ لا احصاء لشکرہ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وصفیہ ورسولہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وتابعہ وحزبہ وبعد فقد روی عن ناظم القصیدۃ المعروفۃ بالبراءۃ المشہورۃ بالبردۃ انہ قال اصابنی خلط فالج ابطل نصفی وفکرت ان اعمل قصیدۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستشفع بہا الی اللہ تعالیٰ فانشات ہٰذہ القصیدہ ونمت فرئیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فمسح علیّ بیدہ المبارکۃ فعوفیت لوقتی فخرجت غدوۃ من بیتی فاذا بعض الفقراء ینشد قصیدۃ اولہا "امن تذکر جیران بذی سلم" فتعجبت اذ ما کنت اخبرت بہا احدا فقال واللہ لقد سمعتہا تنشد بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو یتمائل تمائل الاغصان فاعطیتہ ایاہا فانتشر الخبر بین الناس ولما انتہی خبرہا الی الصاحب بہاء الدین وزیر الملک الطاہر ہو ملک مصر استنسخہا ونذر ان لا یسمعہا الا واقفا حافیا حاسرا فرای ہو واہلہ من برکاتہ خیرا کثیرا ثم اصاب موقع ہٰذا الوزیر لرجل رمد عظیم اشرف منہ علی العمی فرای فی منامہ کان قائلا یقول امض الی الوزیر فخذ منہ البردۃ واجعلہا علی عینیک فعرض الوزیر ما یری فقال لہ ما عندی شیٔ یقال لہ البردۃ وانما عندی مدیح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نستشفی بہ فاخرج القصیدۃ ووضعہا علی عینیہ وقراوہو جالس فشفاہ اللہ تعالیٰ من الرمد لوقتہ فسمیت بالبردۃ وہی مجربۃ عند طلب الحاجات ونزول المہمات ولعلہا سمیت بردۃ لکونہا فی المعنی کسوۃ شریفۃ وصلت علی قامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتسمیۃ الصفۃ کسوۃ مجاز مشہور

ہٰذا. وقد سنح بخاطر افقر عباد اللہ الغنی الباری علی بن سلطان محمد الہروی القاری ان اخدم ہٰذہ القصیدۃ المبارکۃ المیمونۃ المرضیۃ رجاء لشفاء الامراض الظاہریۃ والباطنیۃ والاخلاق الدنیۃ وابتغاء لخلقۃ العافیۃ الساترۃ للذنوب القولیۃ والفعلیۃ بوضع شرح لطیف علی المقصود مطل غیر مخل جعلہ اللہ خالصا لوجہہ الکریم فانہ لعبادہ غفور رحیم وسمیتہ "الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ".

اعلم ان ہٰذہ القصیدۃ الشریفۃ مشتملۃ علی فوائد لطیفۃ. منہا ان عادۃ الشعراء جرت بانہم یذکرون فی مطالع قصائدہم تیمنا بذکر لوازم العشق من مقاسات الاحزان والاشواق وتحمل مکارہ البعد والفراق یسمونہ تغزلا وتشبیبا ویعدونہ من جملۃ لطف المطلع تقریبا ومنہا یجردون من انفسہم مخاطبا ویحاورون دلالا وعتابا ومنہا یحاضرونہ سوالا وجوابا اشارۃ الی ندرۃ حبیب یظہرون رموز العشق علیہ واشعارا الی قلۃ صدیق یظہرون کنوز الحب لدیہ. ومنہا انہم یغیرون کلامہم من اسلوبہم الی آخر علی طریق الالتفات تکلما وخطابا وغیبۃ تطریۃ للمسموع وتنشیطا للسامع فانہم فی ضیافۃ الارواح یتضیفون باسالیب الایرادات کما ان الناس فی اطعام الاشباح یضعون الالوان الاطعمۃ

الواردات. ومنها معرفة الحب والعشق فان الحب فى وضع اللسان عبارة عن ميل النفس الى الموافق الذى تصوره من حسن او احسان والعشق هو الميل المفرط الغالب على الانسان وكل من الحسن والاحسان يدرك تارة بالبصرة وتارة بالبصيرة والحب يتبعهما وكالهما للحق تعالى حقيقة اذ لا يصح نفيه وانتفاء عنه تعالى بخلاف صفات الخلق فانهما بمنزلة ثور مستعار. ثم المجازى قسمان نفسانى وعلامته ان يكون اكثر اعجاب المحب بشمائل المحبوب وهوان يجعل النفس لينة ذات وجد ورقة منقطعة عما سوى محبوبه ولذا قيل المجاز قنطرة الحقيقة وحيوانى وهوان يعين الامارة على استخدام العاقلة فى تحصيل اللذات العاجلة والاكثر مقارنته للفجور حقيقة او حكما ومنها ان القصيدة مرتبة على عشرة ابواب الاول فى التغزل وبيان داء النفس ودوائها الثانى فى رياضته صلى الله عليه وسلم الثالث فى تفضيلة على الكائنات الرابع فى خلقه الخامس فى ارهاصاته السادس فى معجزاته السابع فى القرآن الثامن فى معراجه التاسع فى غزواته العاشر فى عرض الحاجة على الممدوح والمناجات مع المولى.

قال الشيخ الناظم شرف الدين ابو عبد الله محمد بن سعيد المصرى البوصيرى وقيل الدمشقى الشامى كساه الله تعالى حلل الغفران واسكنه بحبوحة الجنان وقيل الدلاصى وهى قريه من سواد بوصر (صير) بلدة بصعيد وهو مصر معروفة

امن تذكر جيران بذى سلم

مزجت دمعا جرى من مقلة بدم

همزة الاستفهام للتقرير منصبة على "مزجت" وقدمت للصدارة و"من تذكر" متعلق "بمزجت" قدم للحصر ولانه يكون مفتح هذه القصيدة المباركة مشتملا على لفظ "أمنت" فيكون اشارة الى ان من الزم قرائتها امن من جميع الآفات والبليات و"تذكر" مصدر مضاف الى مفعوله فاعله محذوف اى من تذكرك جيران وهو جمع جار او مجاور وهو اولى بالمقام و"بذى سلم" اى صاحب شجرة فى البادية متعلق بمحذوف اى كائنين بمكان فيه هذه الشجرة وهو بفتح اللام وروى بكسرها و"دمعا" ماء البكاء مفعول به "مزجت" و"جرى" صفة اى دمعا جاريا "من مقلة" متعلق "بجرى" وهو داخل العين "بدم" متعلق "بمزجت" والمعنى يحاور مخاطبا جرده من نفسه ويقول يا من يبالغ فى البكاء لا بد لعروض بكائك من سبب فما هو لوعة الفراق ومشقته بان ابتليت بفراق احباب كنت فرحا بوجدانهم فصرت وجعا بهجرانهم ام بسبب اخر يأتى فى البيت الآتى وهو قوله

ام هبت الريح من تلقاء كاظمة

او اومض البرق فى الظلماء من اضم

"ام" منقطعة و"هبت" فعل ماض و"الريح" فاعله وهى مؤنث سماعى و"من تلقاء كاظمة" اى من جهتها متعلق

بـ"هبت" وهو اسم لموضع وصرفها للضرورة و"اومض" بمعنى لمع عطف على "هبت" و"البرق" فاعله و"فى الظلماء" متعلق بمحذوف حال من الفاعل اى واقعا فى الليل الظلماء "من اضم" بكسر الهمزة متعلق "باومض" بتقدير مضاف اى "من تلقاء اضم" فانه جبل والبرق لا يلمع من نفس الجبل بل من جهته. قيل المراد من "سلم" و"كاظمة" و"اضم" مواضع قريبة لمدينته صلى الله عليه وسلم وهو مناسب جد فى المقام وقريب الماخذ بمعنى المراد والمعنى او سبب بكائك لمعة الوصال بان تمنيت وصالهم باهداء الريح اليك نسم اخبارهم واسرارهم وابداء البرق عليك آثار مساكنهم وديارهم وفيه ايماء الى ان مأواهم فى البعد بحيث لا ينتهى اليه الا الريح وفى الرفعة بحيث لا يرتقى اليه الا السحاب فالقاصد اليه يتحمل جهدا على جهد ويقاسى وجدا على وجد ثم بعد المسافة استعارة لبعد المرتبة وعلو المكان لعلو القدر والمكانة ولذا قال "فى الظلماء" لان الضوء فى الظلمة اجلى ومن مكان عال اعلى ويحصل معنى البيتين انما بكائك اما لتذكر وصل ماض متطلع او لتطلب وصل حال متوقع ويمكن حمل المعنى على الحقيقة بتمهيد مقدمة وهى ان المرء قد يبلغ بالرياضة حدا تعرض له خلسات وجذبات من نور الحق عليه لذيذة كانها بروق تلمع اليه ثم تخمد لديه وتسمى تلك الخلسات وقتا وهو اول درجات الوجدان والوصول وكل وقت محفوف بوجدين "وجد اليه" اى حزن على استبطائه و"وجد عليه" اى حزن واسف على فوته فيقول ايها المريد المرتاض سبب بكائك هل تذكر الجذبات للذات والاشتياق اليها بعد انقضاءها او تطلب امثالها او اعلى منها الى ان تلحق الوصول بلغنا الله للحصول بجاه الرسول فكان المخاطب انكر ذلك الناشى من الحب

فما لعينيك ان قلت اكففا همتا

وما لقلبك ان قلت استفق يهم

"الفاء" جواب شرط محذوف تسمى فصيحة اى ان لم يكن بكائك لاجل هذين السببين و"ما" استفهامية فى موضعين فى محل الرفع على الابتدائية والجار والمجرور فيهما متعلق بمحذوف فى محل الرفع على الخبرية وتقديره اى شئ حادث لعينيك ولقلبك وشرطيتان فى محل النصب تقديره ما حدث لعينيك هامتين اى سائلتين دمعهما عند قولك لهما "اكففا" اى امتنعا عن البكاء وما حدث لقلبك هائما اى حائرا عند قولك له استفق اى كن مفيقا حاضرا قال الحنيصى فى شرح القصيدة يجوز "كفا" و"اكففا" بالادغام والفك وهو وهم منه اذ صرحوا بوجوب ادغام مثله فى كتب الصرف وقال عصام فى شرحها فكه خلاف القياس. وقيل تعداد العين انما هو فى الصورة واما فى المعنى المطلوب منهما فواحدة ولهذا قد يرى الشئ شيئين فالتعدد الصورى لا يقدح فى الوحدة الحقيقية كما هو مذهب بعض المتصوفة المشتهرة بالوجودية فلفظ "اكففا" بالنظر الى الحقيقة مفرد وان كان فى صورة التثنيه وهذا كما يرى تكلف وقيل فك الادغام على توهم الافراد فلا تخل فى الفصاحة كما اخذ فى قوله الحمد لله العلى الاجلل ثم قال ويمكن ان يقال انه اشارة الى انه اى الناظم قال به بلسان الجيران وهو لا يعاتب بمفوت اللسان ومثل هذا يعد ظرافة من البلغاء فى البيان والمعنى ان كنت تنكر كون البكاء من آثار المحبة بناء على ان له اسبابا أخر

فلم لا تملك عينيك فانك ان اردت ترك البكاء سالت ادموعهما وان اردت افاقة القلب عن الوجد يحير من البعد او القرب
ثم قال له ملتفتا عن الخطاب الى الغيبة

ايحسب الصب ان الحب منكتم
ما بين منسجم منه ومضطرم

همزة الاستفهام للتعجب او الانكار التوبيخى اى لا ينبغى ان يكون و"يحسب" بكسر العين وفتحها و"الصب" العاشق من صب لما غلب عليه لكثرة بكائه غالبا و"ما" زائدة و"بين" ظرف "لمنكتم" و"الانسجام" السيلان شدة و"الاضطرام" الاشتعال بقوة والتقدير بين دمع منسجم وقلب مضطرم و ضمير "منه" بالاشباع راجع الى الصب وحذف بعد مضطرم لدلالة ما قبله عليه والمعنى ما يليق للمحب ان يظن ان حبه مخفى على الناس فى حال كمال ظهوره بسبب سيلان دمعه واضطراب قلبه فانهما بمنزلة شاهدين على اثبات حبه ومخبرين من اهل بيته على نفسه له فحسبان الكتمان بطلان الحسبان وفى البيت اشارة الى قوله تعالى والله مخرج ما كنتم تكتمون ثم استدل على انه محب فقال مخاطبا له

لولا الهوى لم ترق دمعا على طلل
ولا ارقت لذكر البان والعلم

"الهوى" مصدر هويه احبه و"الاراقة" الصب و"الطلل" ما شخص من اثر الدار من نحو اللبن والاحجار و"ارق" بالكسر بمعنى السهر و"البان" نوع من الشجر يشبه به القد وطول القامة وحسن الهيئة وطيب الرائحة و"العلم" اما العلامة او الجبل واللام فيهما للجنس او للعهد اى الذين فى منازلهم قيل المراد جبل اضم وكذا التنوين عوض عن المضاف اليه اى على طللهم والظاهر ان يكون بتقدير مضاف اى على تذكر الطلل والا فلا وصول الى منزل المحبوب ولا حصول على اثر هذا المطلوب وكلمة "لا" اما زائدة للعطف على المنفى بتاويل لم ترق ب "لا ارقت" لان "لم" لم تدخل على الماضى واما نافية مع انها لا تدخل على الماضى بلا تكرار "لا" لما تقدم من التاويل والمعنى يستدل على حصول الحب بلا وصول القرب لو لم يتمكن سلطان المحبة فى مدينة قلبك لتوقف امرك الى مشيتك فلم ترق دمعا على اثر وخبر ولم تسهر لذكر جبل وشجر فلاح ان دمعك قطرة من بحر الهوى وسهرك شعلة من نار الجوى وفيه ايماء الى ما قيل شعر سه وما حب الديار شغفن قلبى. ولكن حب ما سكن الديارا. ثم تعجب من انكاره الحب بعد ظهوره فقال

فكيف تنكر حبا بعد ما شهدت ÷ به عليك عدول الدمع والسقم

الاستفهام للانكار التوبيخى او للاستبعاد والتعجب والفاء فصيحة فى جواب شرط محذوف يعنى اذا دلت الادلة على المطلوب الذى هو حب المحبوب وتنوين "حبا" للتعظيم و"ما" مصدرية وضمير "به" للحب و"عدول الدمع" و"السقم" كقوله تعالى فقد صغت قلوبكما وقيل المراد بالعدول مع العينين مع السقم وانواع الدمع واصناف السقم والاضافة بيانية والمراد الدمع والسقم الناشئين عن الحب والالم

واثبت الوجد خطى عبرة وضنى
مثل البهار على خديك والعنم

"اثبت" عطف على شهدت و"الوجد" الحزن من جهة الحب وهو بمعنى كاتب دار الحكم و"ضنى" الهزال والضعف ويلازمه عادة صفر الوجه و"البهار" بفتح الباء نوع من الورد الاصفر و"العنم" شجر له اغصان حمر لينة يشبه به الاصابع وضنا على زنة "رحى" عطف على "عبرة" على وزن قطرة اى واثبت الوجد على خديك اللذين هما بمنزلة الورقين خط عبرة اى الدمع الممزوج بالدم مثل العنم على وزن العلم وخط ضنى مثل البهار فالنشر مشوش وقيل المراد بالخطى دمع العينين على الخدين وضنى عطف على خطى ومثل البهار والعنم صفة خطى لكن فيه فصل بين الصفة والموصوف بالاجنبى كذا قيل والاولى ان يعطف ضنى على خطى ويجعل "مثل البهار والعنم" صفة لمجموع المعطوف والمعطوف اليه ومعنى البيتين كيف تنكر المحبة بعد ان شهد بها شاهدا عدل ما قدرت على جرحهما وحكم قاض لا ينقض حكمه مع وجودهما وكتب على صفرة الخدين منشور المحبة بخطين احمرين او سجل قضية المودة مع شهود شهرة الاثر على ورقى خديك بخط احمر واصفر فكل ما راك يقرء اية المحبة اللائحة من وجهك ويطالع العلامة الواضحة من خدك فالانكار بانحراف الضلوع لا يسمن ولا يغنى من جوع واسند اثبات الحمرة والصفرة الى الوجد لانه سبب قريب لعروض الحالات للقلب من الحيرة والاضطرام والفراق والسقم والدمع من السيلان والانسجام والانصباب والاحمرار والاصفرار بلا اختيار واما الحب فهو سبب للحزن اولا وبالذات ولهذه الاحوال ثانيا وبالعروض الى الانصباغ ولما انتهى امر السقم الى صبغ البشرة بالصفرة و... الدمع بالحمرة وصفهما بالعدالة اذ لا محالة للتهمة والبطلة فقد تاثر الظاهر والباطن من العشق والمودة وفنى المحبة عن ذاته فى المحبة والظاهر عنوان الباطن ونحن نحكم بالظاهر والله اعلم بالسرائر ولما انكشف كون المخاطب محبا وكان هو المتكلم فى المعنى رجع عن التجريد الى التكلم واعترف بالحب فقال

نعم سرى طيف من اهوى فارقنى ÷ والحب يعترض اللذات بالالم

نعم" تصديق لما ثبت بالاستدلال من قرائن الاحوال واقامة البينة وتسجيل القاضي من المحبة اى ما ادعيت علىّ من المحبة واثبته حق وله كمال الصحة فقد اسهرني في الم وصاله بعد ان كنت في اللذات نوم غافلا عن حاله والحب يعترض اى يعد هو ويزيل ويمنع اللذات بسبب الم المحبوب بالذات وقيل يتخلل بينهما والجملة حالية او معترض و"اللذة" ادراك الملائم و"الالم" خلافه فاولى من طريق محبة المولى ان يفسر بخيال المهوى والالم ما يخطر بباله من السوى فالمعنى اجاء في ليلة القدر خيال الوصال ونبهني عن نوم الغفلة وشغلني بذكره وفكره على طريق ارباب الكمال وانقلب اللذات الظاهرية الا ما باطنية والالم الحسية لذات معنويا فطوبى لها ثم طوبى لها ثم استشعر لائما بلسان الحال فخاطبه فقال

يَا لَائِمِىْ فِى الْهَوَى الْعُذْرِىِّ مَعْذِرَةً
مِنِّىْ اِلَيْكَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

"العذرى" منسوب الى بنى عذرة بضم العين قبيلة من العرب اذ عشقوا ماتوا لان نساءهم تكون جميلة عفيفة كثيرة الحياء وفتيانهم سريع الحب شديد الحياء شديد الصبر وقيل الهوى العذرى هو المفرط الذى من شانه ان يكون صاحبه مقبول العذر عند كل احد و"معذرة" مفعول فعل مقدر اى اقبل معذرة او اعذرنى و"منى" متعلق بها وقيل متعلق بمحذوف و"اليك" او كلاهما صفتان اى معذرة صادرة منى متوجه اليك وملقاة اليك والمعنى اعتذر اليك بانى مبتلى بالحب المذكور على الوجه المستور ولو انصفت اى لو اتيت بالانصاف لم تلم فى الحب وتركت العذل لعلمك بانه ليس اختياريا بل يكون اضطراريا وقيل المعذرة قوله محضتنى النصح وقيل قوله والحب يعترض اللذات وتفصيله من يلومنى فى الحب المفرط اقبل معذرتى ولا تظلم علىّ بملامتى فان الحب اذاب لحمى واسال دمى وازال دمعى عن حدقتى وصبغ بالصفرة بشرتى وذهب قرارى وسلب اختيارى وعيب الفتى فى اما فى اختياره ولا عيب فيما كان خلقا مركبا فخاصل المعذرة ان حبى عذرى وحب العذرى عذرى وقال عصام الدين معذرة تميز من نسبة العذرى و"منى" متعلق "باليك" وهو اسم فعل بمعنى ابعد

عَدَتْكَ حَالِىْ لَا سِرِّىْ بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِىْ بِمُنْحَسِمِ

يقال عدا عنه عدوا اجاوزه واليه عدى عدوى سرى اليه سراية وعلى كل تقدير لا بد من القول بحذف الجر والمشهور تقدير "الى" ليكون دعاء عليه اشارة الى ما ورد "من عير اخاه بذنب لم يمت حتى يبتلاه الله تعالى" "والوشاة" بضم الواو جمع واش اى الكذبة

الساعين بالفساد بينى وبين من هو بمنزلة الفؤاد و"الانحسام" هو الانقطاع والمعنى ليكن حالك مثل حالى لتذوق وبالى وحرقة قلبى وبالى وهوان سرى لا يخفى عن الواشين واللائمين لا اخلص عن الشماتة والملامة ومرضى لا ينقطع بالوصل لا فوز بالسلامة وقيل المعنى تجاوز حالى عنك الى الغمازين وفاش سرى عند اللمازين وذاع عند الاحباء وشاع عند الاعداء ولا ينقطع هذا الداء وليس له دواء عند الاحباء فاذا علمت حالى فى هذا المقام فانصف واترك الملام ويمكن ان يكون بتقدير "عن" دعاء له بعدم الابتلاء بحاله او دعاء عليه بالحرمان عن الوصول الى المرتبة كماله و"لا" فى الموضعين لنفى الجنس لا للمشابهة "بليس" لعدم جواز دخولها على المعرفة عند الجمهور ولما راى مبالغة اللائم فى ملامته وظهر ان قصده منحصر فى سلامته وقد بالغ فى تدليس عيبه والاعتذار عما ظهر من سوء ثم استيقن ان عذره غير نافع وتدليسه غير ناجع انصف واعترف بان التقصير من قبله على كل حال فقال هذا المقال

مَحَضْتَنِى النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ اَسْمَعُهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِىْ صَمَمِ

"النصيحة" ارادة الخير للغير و"المحض" الاخلاص والتصفية والمراد من عدم السماع ومن الصمم عدم الالتفات وعدم القبول والاجابة و"العذال" بالذال المعجمة جمع عاذل وهو اللائم الناصح اى اخلصت الىّ النصيحة وصفيتها عن الاغراض الفاسدة فى لومك لى فى الهوى من جهة الشبابة كالا لتفات الى ما يجب التطلع اليه والتفكر فى محاسنه والتولع ولكن لا اقبلها فانى اسير العشق وانت امين العقل ولا يجرى حكمه فى مملكة العشق فالعقل يبنى والعشق يهدم والعقل فى التجارة والعشق فى الغارة وفى البيت تلميح الى الحديث الصحيح "حبك الشئ يعمى ويصم" رواه احمد وابو داؤد والبخارى فى تاريخه وبعد بيان حال يعم الجين من عدم السماع كلام اللائمين ذكر ما يخصه من عدم القبول للنصيحة مع اقتضاءه الى الحال الفضيحة

اِنِّىْ اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّيْبِ فِىْ عَذَلِىْ
وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِىْ نُصْحٍ مِّنَ التُّهَمِ

"نصيح" بمعنى الناصح والاضافة بيانية و"العذل" بفتح الذال الاسم مصدر وبالسكون مصدر وقال عصام الدين هما مصدران وجملة و"الشيب" حال لازمة من مفعول "اتهمت" في المعنى وهو الشيب المراد من نصيحة الشيب ان يقول بلسان الحال انه قرب الارتحال ولن زمان التربة والانتقال من سيئ الاحوال وحل ترك العشق المجازى ووجب الحب الحقيقى وتدارك ما فات من تضيع الاوقات وعدم اصلاح الحالات ولذا لما راى ابو يزيد البسطامى قدس الله سره السامى مرآة وطالع فيها وقد ظهر البياض فى اللحية الشريفة

وطلعته المنيفة قال "ظهر الشيب ولم يذهب العيب وما ادرى ما فى الغيب" فلذا كان حال العاشق انه لم يقبل نصيحة الشيب المخالى عن التهمة والعيب فبالاولى ان لا يقبل كلام اهل الملام بلا كلام وقيل المراد باتهام الشيب حمل وقوعه على غير اوانه لئلا يستبعد بما يجب فى زمانه كما يقول "كهول الاوباش اسراع الشيب من المحن" ومن كلامهم "الشيب نور الهموم" والمعنى انى اتهمت الناصح الذى هو برىء من كل تهمة واصدق من كل ناصح وهو الشيب فانه دليل انهزام القلب وانهدام القالب فالسعيد من يتعظ بوعظه قيل نظر رجلا الى شيبه فى راسه فجمع نساءه فقال انذرنى فقد مات بعضى وانشد اذا مات بعضك فانك بعض فبعض الشىء من الشىء قريب - ثم علل اتهامه للشيب مع بعده من الوقوع فقـــــــال

فَاِنَّ اَمَّارَتِىْ بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ

مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

"والفاء" للعطف على انى اتهمت "مفيدة للسبب اى افضى لى الجهل الى عدم الاتعاظ من النذير المخبر بوصول الموت وهو الشيب الكامل والهرم "فالنذير" بمعنى المنذر فى الاضافة من باب اضافة الصفة الى الموصوف "والهرم" تناهى الشيب والمنذر بمعنى المخوف بقرب الموت المفوت للتوبة وسائر الطاعات "ومن جهلها" علة لعدم الاتعاظ بما ذكر وقيل النذير بمعنى الانذار مصدر وهو متعلق بالاتعاظ او بالجهل واعلم ان النفس اعنى القوة الحيوانية التى تشتمل على القوى المدركة والمحركة اذا لم يكن بها اطاعة القوة العاقلة كانت بمنزلة بهيمة غير مرتاضة تنبعث الى ما يدعوها من شهواتها وغضبها وتستخدم العاقلة فيكون النفس امارة والعاقلة مؤتمرة عن كره مضطرة اما اذا راضتها العاقلة وثمرت على اطاعتها بحيث يأتمر بامرها وتنتهى بنهيها كانت العاقلة مطمئنة والنفس مؤتمرة وان اطاعت تارة وعصت اخرى فحين عصت تتبع هواها ثم تندم فتلوم نفسها فيكون لوامة والاخصران يقال الامارة هى العاصية والمطمئنة هى المطيعة واللوامة هى المقتصدة المختلطة ثم عطف على "ما اتعظت"

وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِىْ غَيْرَ مُحْتَشِمِ

ف[1] للنفس سبع مراتب الاولى - نفس الامارة وهى التى تميل الى الطبيعة البدنية وتامر بالشهوات الحسيه وتجذب القلب الى الجهة السفلية وهى نفس الكافرين والشياطين والفاسقين - والثانية نفس اللوامة وهى التى تنورت بنور القلب فتطيع العاقلة تارة وتعصى مرة ثم تندم فتلوم نفسها وهى منبع الندامة وهى للغير الفاسقين المؤمنين والثالثة نفس المطمئنة وهى التى تنورت بنور القلب حتى تخلت عن صفاتها الذ ميمة وهى نفس المتعلمين العاملين والرابعة نفس الملهمة وهى التى الهمها الله تعالى العلم وغيره من الاخلاق الحميدة وهى نفس المعلمين العاملين

(باقى ص ٩)

"الفعل الجميل" هو ما استحسنه الشرع والطبع "والقِرى" بكسر القاف الضيافة والمراد بها ههنا الاعمال الصالحة من التوبة وغيرها "والالمام" النزول "والاحتشام" الاستحياء من جهة الاحترام والتقييد بنفى الاحتشام اشارة الى سهولة قراه عند القرام والتخصيص بالراس لانه اول ما يبدو فيه الشيب ايماء الى انه جاء على بار اسبها الغفلة وقيل المراد ان الشيب غير محتشم عند النفس كراهتها اياها "ولا اعدت" عطف على "ما اتعظت" عطف الخاص على العام قال الاتعاظ يكون بامتثال الاوامر واجتناب الزواجر ويمكن ان يراد بالاتعاظ الاجتناب وبالاعداد اتيان المحاسن فالبيت الاول اشارة الى نفسه لم تنته بنهى العاقلة والبيت الثانى الى انها لم تاتمر بامر الكاملة فبان انها فى العصيان غاية وفى الامر بالطغيان نهاية "وغير" على الحالية من ضمير "الم" يعنى ان النفس الامارة بالسوء لم يجتنب عن السيأت ولم تمتثل بالطاعات حتى ما اعدت ضيافة ضيف مكرم محمول المهام نازل على فرق الانام بلا طريق الاحتشام واكرام الضيف واجب غفلا وثابت نقلا سيما اذا كان شيبه جاء غفلة قال الله تعالى هل اتىك حديث ضيف ابراهيم المكرمين وقال صلى الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه وقال ان من اجلال الله اكرام ذى الشيبة المسلم

لَوْكُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّىْ مَا اُوَقِّرُهٗ

كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِىْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

"الكتم" بفتحين نبت يخلط بالوسمة او بالحناء ويختضب به المراد "بالسر" انذار الشيب عن الغفلة وتنبيه على قرب الرحلة اى لو كنت اعلم انى ما اعظم الشيب الذى ظهر واجب الاكرام عند عقلاء الكرام بعد نزوله بى وظهوره عندى و قبل ظهوره عند غيرى اخفيت اسراره واسررت اظهاره التى بدت على راسى وظهرت على اساسى من اثر الكبر وزوال الصفر؟ بالكتم اى تخضبه حتى لا انسب الى الفضيحة وعدم سماع النصيحة من لسان الحال والحال ابلغ من بيان القـــــال

والخامسة النفس الراضية وهى التى رضى الله عنها ويظهر فيها اثر رضاه وهو الكرامة والاخلاص والذكر وهى نفس الاولياء الكرام السادس نفس المرضية هى التى رضيت عن الله تعالى وهى ويترك فيها الكرامات ويعرف فيها الله حق معرفته والسابعة نفس الصالحة وهى التى مقام الاسرار بين الله تعالى وبينها وهى نفس الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والسلام ملخص من خربوتى ١٢

ف[2] للتوبة اربع مراتب على احسب مقامات النفس فالمرتبة الاولى مختصة باسم التوبة وهذه مرتبة عوام المؤمنين وهى ترك المنهيات والقيام بالماموراات المرتبة الثانية الانابة وهى للنفس اللوامة وهذه مرتبة خاص المؤمنين من الاولياء ومصداقها ترك الدنيا وتهذيب الاخلاق بمخالفة هوى النفس والتوبة والانابة من نتائج محبة الله الازلية الثالثة الاوبة وهى للنفس الملهمة وهذه مرتبة خواص الاولياء وهى من آثار الشوق الى لقائه تعالى والمرتبة الرابعة الرجوع "وهى للنفس المطمئنة وهذه مرتبة الانبياء واخص الاولياء ملخصا من شرح شيخ زاده ١٢

مَنْ لِي بِرَدِّ جِمَاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

"الجماع" بكسر الجيم جمع جموح شبه الاخلاق الذميمة بالدواب الذميمة وقيل الجماح مصدر "فالرد" بمعنى الازالة و"من غوايتها" صفة جماح اى ناشية من اضلالها والاستفهام للتضرع والاستعانة بغيره والاستعطاف لنفسه والمعنى من يتكلف لى تبديل الصفات الردية والاخلاق الدنية الحادثة من النفس الامارة المكارة الغدارة بتاديبها وتحصيل الاحوال الجميلة والمقامات الجليلة كما يتبدل الحركات الغير المرضية للخيول الغير المهذبة باللجم المشبهة بالمواعظ السنية قال عصام الدين وتشبيه النفس بالفرس ماخوذ من لسان الشرع حيث ورد نفسك مطيتك فارفق بها قيل مقصوده مرشد كامل وهو العالم العامل فاستشعر قائلا عيبا يقول

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِي كَسْرَ شَهْوَتِهَا
إِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّي شَهْوَةَ النَّهِمِ

"النهم" بفتح الهاء افراط الشهوة فى الطعام وبكسرها صفة منه والمعنى اذا اردت رد الجماح لارادة التخلص من الجناح فلا تطلب كسر شهوتها بالمناهى ولا حسم شوبها بالملاهى يعنى لا تظن انك اذا اشبعتها بمقصوداتها امتنعت عن مضراتها فان الحرص يزداد بوجدان ما ابتغاه والطبع يتقوى بما يلائم مقتضاه كمن ابتلى بالمعدة النارية او الجوعية البقرية فانه يزداد قوة مرضه بالاكل كالبهائم والمستسقى يزيد عطشه بالشرب الدائم فالمعاصى تزيد شهوتها ولا تنقصها وتفسدها ولا تصلحها ومن المشهور بين اطباء الاشباح ان المداواة بالتنقية والتقوية فالحاصل ان ليس لها دواء الا الاحتماء فان لها بحب المالوف ابتلاء ويدل عليه قوله

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلَى
حُبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

"شب" الصبى بلغ الشباب و"الرضاع" بكسر الراء وفتحها والمعنى مثل النفس فى الاستمرار على المستلذات المضرة حال اهمالها والانزجار منها عند اعمالها مثل الطفل الرضيع ان تركته على الرضاع ينشأ على حبه بحكم الطباع فيرضع فى غير اوانه ويفسد

مزاجه بالاخلاط الردية فى زمانه وان تفطمه بتغييرها عن الثدى بالحيل وتانيسه بلذيذ الاطعمة على المهل ينفطم وفى سلك الخير ينتظم ونعم قيل "النفس راغبة اذا رغبتها واذا ترد الى قليل تقنع"

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهُ
إِنَّ الْهَوَى مَا تَوَلَّى يُصْمِ أَوْ يَصِمِ

"صرفه" منعه وقيل صرفه غيره و"الهوى" ميلان النفس الى ما يستلذه من غير داعية الهوى و"حاذر" مبالغة فان المفاعلة اذا لم يكن للمقابلة فهى للمبالغة ولذا قيل معناه احذر احذر و"ولاه" جعله واليا وقلده الولاية وتولى الامر تقلده والتزمه وصار واليا عليه و"ما" شرطية زمانية وعمومية وقيل موصولة وصححه عصام الدين "اصمى" الصيد قتله فى مكانه الذى ضرب به فيه و"وصمه" جعله ذا عيب وبين "يصم" و"يصم" تجنيس خطى وهو صنع بديعى والمعنى اذا عرفت ان النفس منبع المفاسد العظام وهى قابلة لقطعها عنها بالفطام فامنعها عن هواها وغيرها عن مشيتها واحذر كل الحذر ان تجعل الهوى اميرا على مملكة عقلك وحصن قلبك فانه داع الى الضلالة والخسارة غير صالح للحكومة والامارة لان الهوى اذا استولى وخالف المولى يهلك فى الحال بسوء المآل او يعيبك بالاضلال بقبائح الاعمال وهذا المعنى ماخوذ من قوله تعالى ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله ان الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب فانه اذا اريد بنسيان يوم القيمة عدم الاعتقاد بحقيقته فهو ضلال له حقيقة وان اريد به عدم العمل بمقتضاه فهو ضلالة اضافية ولما فرغ عن بيان قابلية النفس بالتربية شرع فى بيان التخلية المتقدمة على التحلية ومن المعلوم ان رياضة النفس منعها عن هواها وجبرها على طاعة مولاها والاول زهد وتبر والثانى عبادة وتول ولذا قيل

وَرَاعِهَا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَى فَلَا تُسِمِ

"المراعاة" المراقبة وسامت الماشية اذا رعت و"الاسامة" اخراجها الى المرعى واستحلى الشئ اذا عده حلوا واراد بـ"الاعمال" الصالحات فكان السيآت لخلوها عن النفع ليست باعمال و"بالسوم فيها" الاشتغال بها و"المرعى" النوافل والمستحبات لا الواجبات فانها لا يستوجبان الترك بالاستحلاء والمعنى راع النفس وراقبها حال اشتغالها بصالح اعمالها فضلا عن بقية احوالها وازجرها اذا عملت بالنوافل على طريق العادة غير العبادة ولذا قيل العبادة ترك العادة وقيل المعنى راقب النفس فى اثناء العبادة حتى لا تجرى مجرى العادة بترك اركانها وشرائطها ومستحبات آدابها او تفسد بمفسداتها الداخلة فيها والخارجة عنها من العجب والرياء والغرور والخيلاء واستجلاب حطام الدنيا ولو التفتت النفس

بظاهر عبادة ما لم تبال بفساد صورتها او معناها او مرتبتهما فازجرنا فانها ليست بعبادة بل هي محضة عادة وهذا كما قيل صاحب المعنى معادن
ويمكن ان يجعل هذا البيت خطابا للعارف الذى يفهم العارف فيقال اعمل صالحا ولا تلاحظ فى عملك لتخطى سوى الوصول
الى الملك وان احتجب النفس بتزيينها بزينة الاحوال تعجبت بجيلة الاحوال فازجرها فان وراء الاعمال والاحوال اصول الكمال
وهو حقيقة الوصال رزقنا الله المهيمن المتعال

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِى الدَّسَمِ

تعليل لقوله "فلا تسم" و"كم" خبرية منصوبة المحل على المصدرية او الظرفيه اى من التحسينات او المرات وهى متعلقة
بحسنت" او "لذة" على سبيل التنازع او "قاتلة" و"حيث" فى الاصل بمعنى المكان فاستعير فى مقام التعليل بمعنى الجهة
والسم" بتثليث السين لكن الرواية بالفتح للمناسبة ومعنى حسنه جعله حسنا او نسبه الى الحسن و"للمرء" مفعول
قاتلة" واللام للتقوية والمعنى ان النفس امارة غدارة خداعة مكارة نكير اما خدعت للمرء وحسنت باصرته ما يفسد
نظرته ببهجة فاتخدع بخرافاتها واستحسن مهلكاتها من آفاتها فانصرح فجاءة لتناول سمها فلتة اذ لذة السم اخفت
طعم السم فلم يدل ضره وصادف شره وفيه اشارة الى قوله تعالى وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا وفى البيت لطيفة وهى ان لفظ
سم" مذكور فى "الدسم" كما قيل فى قول "السفر قطعه من السقر" يعنى بزيادة نقطة فى سقرا وبزيادة القاف على الفاء مجسنا
الجمل والا فمعنى ان السفر نوع عذاب من انواع جهنم فان من جملة انواعها الصعود وهو جبل العظيم من نار يكلف الجهنمى
بالطلوع وبالنزول منهضما منضما الى بقية انواع العقاب وبهذا المعنى يظهر ان عكسه لا يفيد هذه الافادة وان كان يفيد
نوع مبالغة غير مطابقة فى الخارج بحسب العادة ونظيره "العيادة افضل من العبادة" والله اعلم ثم بين ان النفس كما تراعى
فى العبادات كذلك تراقب وتلاحظ فى المباحات لابد للسالك منها فى الحالات فقـــال

وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شِبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

اى اتق للمكائد الجنية والرذائل الخفية الحاصلة من الجوع ومن الشبع سلافان فى معناهما السهر والنوم والكلام والسكوت
والخلطة والعزلة والفقر والغنا والعزوبة والتزوج فمن كل منافع مضرة وفوائد بليات فالكثرة فى الاكل والشرب

تورث المصائب فى الدنيا والمعائب فى العقبى فانها جالبة لخسارة النفس وايقاعها فى المهالك لا دواء الذى هو مركب روح السالك و
بها تحدث كثرة النوم المقتضية للكسل وبتضيع العمر وقساوة القلب وغفلته وموته بطول الامل وقلة
الاكل والشرب سبب لحدة المزاج وسوء الخلق بلا علاج ذبول النفس والملال والكلال فى تحصيل الكمال فعليك فى الاغتذاء بالاعتدال فان الاطراف
رذائل والاوساط فضائل وهذا المعنى ماخوذ من قوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا ونعم ما قال جمع الله الطب الصورى والمعنوى فى نصف الآية
وانما قال "فرب مخمصة" اى شدة مجاعة شر من التخم جمع تخمة وهى عدم انهضام الطعام فى المعدة مع اشتغاله على صلاحيه
وتعفنه فيها وايذائه والمراد شدة الشبع فان العرب والحكماء يتمادح لقلة الاكل والشرب وتتذام بكثرته لان قلتها دليل
على القناعة وملك النفس وقمع الشهوة وسبب للصحة وباعث لصفاء الخاطر وحدة الذهن وكثرتها دليل على الحرص والشدة
وغلبة الشهوة وغيرهما مما تقدم فيتوهم فى بادى الراى ان الجوع لا يكون فيه شر ثم بدقة النظر يعرف ان فيه شرورا
ايضا فدفع الوهم وازاله وقرر الحق واجلى حاله ورب التقليل وقد يكون للتكثير ثم قال تحريضا على التوبة وتحضيضا
على التوبة

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ[1]
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

"الاستفراغ" فى علم الطب علاج الامتلاء و"الحمية" بمعنى الاحتماء والاضافة بيانية اى الاحتماء الذى هو الندم وقيل
بمعنى من اى الاحتماء الحاصل من الندم الناشى منه و"المحارم" جمع محرم بمعنى حرام "وامتلاء العين من المحارم" كناية عن
ارتكاب كثرة المناهى والا لتذاذ بالشهوات والملاهى والمعنى ان كنت امتلات معدتك المعنوية بالاخلاط
الفاسدة الردية ففرغ عن مدخر عينك لحسية دمع الندامة لارتكاب الامور المنهية ثم الزم الاحتماء الذى هو الندم فانه الاصل
فى التوبة وعليه المدار فى الاوبة ولذا قال صلى الله عليه وسلم "الندم التوبة" كما قال الحج العرفة وان كان
لكل منها اركان أخر وكل منها معتبر لان الندامة اذا حصلت تستلزم بقية اركانها التوبة غالبا من قلع
المعصية فى الحال ومن العزم على عدم العود فى الاستقبال وما يتبعها من اداء حقوق الملك المتعال ومن قضاء
حقوق العباد ولو بالاستحلال وفى البيت اشارة الى ان صب العبرات يحط السيئات ويرفع الدرجات وايماء الى
قوله تعالى فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا وقيل قوله تعالى "فيهما عينان تجريان" لمن له اليوم عينان بالدمع
تجريان وما احسن من قال ارباب الحال ــ وكيف ترى ليلى بعين ترى بها سواها وما طهرتها بالمدامع ــ وقال آخر

[1] يعنى عليك باستفراغ الدموع والبكاء لان الاستفراغ هو العلاج للامتلاء وعليك بتطهير القلب عما سواه لان الخليل مامور بتطهير بيت الله وقيل ان ازالة النجاسات ... ٣

طهر العين بالمدامع سبحًا من شهود السوى تزل كل علة ثم قال مشيرا الى مقام المجاهدة للوصول المرتبة المشاهدة

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا
وَإِنْ هُمَا مَحَّضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

يعنى قد عرفت نوع النفس فى هواها وحرصها ومبالغتها فى مشتهيها ولها معين يحثها على تحصيل مرادا تها ويزين بها مقصوداتها وهو الشيطان الذى لغير التائب سلطان فهما عدواك فيما امراك ونهياك واعدى عدو لك نفسك التى بين جنبيك فان اللص الداخل داء عضال لا يمكن الاحتراز عنه بحال ولانها عدو محبوب وعيب المحبوب مستور ومحجوب ففى الحديث حبك الشئ يعمى ويصم وقال الشاعر وعين الرضاء من كل عيب كليلة ولكن عين السخط تبدى المساويا. ولانها المطية فى الوصول ومقام حصول المامول ولا يمكن مخالفتها بمرة فيبرتك ولا موافقتها فيضلك فان سمنتها تاكلك وان جوعتها تخذلك فعليك بالاعتدال لتوصلك الى منزل الوصال واما الشيطن فعدو لاصلح معه اذهو مجبول على عداوتك موكل لاضلالك فتتم محاربته وتجتهد فى محاسنته قال تعالى " ان الشيطن لكم عدو مبين فاتخذوه عدوا انما يدعو حزبه ليكونوا من اصحاب السعير قال بعضهم استعذ به من شره فانه كلب مسلط فارجع الى ربه فانه تعالى قادر على صرفه ودفعه وقال بعضهم جاهد وحارب وقال الغزالى وجمع بينهما فان نجوت بالاستعاذة منهما وان يغلب عليك فجاهد بعون ربها يعنى خالفهما فى امرهما واعصهما فى نهيهما واذا اتاك بمحض النصح صورة فانسبها الى الغدر والخيانة والمكر والحيلة قال تعالى ان النفس لامارة بالسوء وقال تعالى الشيطان يعدكم الفقر ويامركم بالفحشاء واسمع حكايتين لطيفتين روايتين ظريفتين احدهما حكاها المولى الرومى فى كتابه المثنوى ان معاوية خال المومنين كان نائما عند الصباح فجاء الشيطن وقال حى على الفلاح ففطن معاوية لمكره وغدره لظهوره فى امره فقال انت ماتامر الا بالمعصية وكيف امرك لى بالطاعة فتعلل بعلل لم يلتفت اليها ولا يمكن فى غير العاقل عليها فقال معاوية رض لابد لك من اظهار سبب هذا الامر العجيب فانه من مثلك غريب اى غريب فقال نعم فاتك الصبح يوما من الايام بسبب المنام عن صلوة الجماعة مع سيد الانام عليها افضل الصلوة واشرف السلام فندمت على ما فات وتحسرت عليه فى الاوقات فكتب لك ضعفا ما كنت تلحقه من الطاعات فخفت ان تنام عن الصلوة مرة اخرى فيحصل لك زيادة المثوبة فى الاخرى - وثانيهما ما ذكره الغزالى فى منهاج

الظاهرة بالماء وتطهير النجاسات الباطنة بالبكاء. ولكن ينبغى ان يكون البكاء من الخشية والندم - لان البكاء من شكاية يفسد الصلواة ومن خشية الله او شوق لقائه يعد من المكملات . شرح شيخ زاده ١٢

العابدين لقد بلغنا عن بعض الصالحين يقال له احمد بن ارقم البلخى انه قال نازعتنى نفسى الخروج الى الغزو فقلت سبحان الله تعالى! يقول ان النفس لامارة بالسوء وهذه تامرنى بالخير فلا يكون هذه ابدا ولكنها استوحشت فتريد لقاء الناس لتستريح اليهم ويتسامع الناس فيستقبلونها بالتعظيم والبر والتكريم فقلت لها لا انزلك فى العمران ولا انزلك على ذى معرفة فاجابت فاسائت الظن بها وقلت الله تعالى اصدق فقلت لها اقاتل العدو حاسرا اى بلا سلاح فتكونين اول قتيل فاجابت فاسائت الظن وعدد اشياء ما اوردها فاجابت الى ذلك كله قال فقلت يارب نبهنى لها فانى متهم لها ومصدق لك فكوشفت كانها تقول يا احمد انت تقتلنى كل يوم بمنعك اياى من شهواتى مرات ومخالفتك لى ولا يشعر به احد فان قاتلت قتلت مرة واحدة فنجوت منك ويتسامع الناس فيقال استشهد احمد ويكون لى شرف وذكر قال فقعدت ولم اخرج الى الغزو فى ذلك العام فانظر الى خداع النفس وغدرها تراءى الناس بعد الموت بعمل لم يكن بعده ولقد احسن من قال شعر توق نفسك لا تامن غوائلها. فالنفس اخبث من سبعين شيطانا " ولذا قدمها عليه ثم تاكد الامر السابق فقال

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا
فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

"منهما" حال من المفعول والضمير "للنفس" "والشيطان" والفاء تعليلية وفى نسخة "بالواو" فالجملة حالية واللام للعهد الخارجى كذا قيل والاظهر انها للجنس "والخصم" من يظهر كونه من جهتها ويروح براحتها والحكم من يبطن ذلك ويستدرج ليوقع فى المهالك والمعنى لا تطع احدا تعرف كونه من جهة النفس والشيطان خصما كان او حكما مثل المبتدعة المظهرة والفسقة المستترة فان قوله مكر وتلبيس وفعله كيد وتدليس فان محب العدو عدو ومبغض الحبيب ابليس قال الشاعر تود عدوى ثم تزعم اننى صديقك - ليس النوك عنك بعازب اى ليس الحماقة عنك ببعيد عند القريب والبعيد فى البيت ايماء الى قوله تعالى ولا تطع منهم آثما او كفورا او اشارة الى قوله صلى الله عليه وسلم لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق ولما راى العاقل الصادق الناصح العاشق انه بنفسه متلوث بالمناهى ومتلبس بالملاهى وقد قال تعالى اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسكم وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون وقد قال تعالى يا ايها الذين امنوا لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون والامر بالمعروف من غير العاقل وان كان حسنة لكنه بحسب العرف الظاهر سيئة اناب الى الله تعالى وتاب عما

له فى حديث " ان الشيطن واضع خرطومه على قلب ابن آدم فان ذكر الله خنس وان نسى التقم قلبه - قيل سلاح المؤمنين على الشيطان ستة الاستعاذة وكلمة الشهادة والبسملة وترك الطمع وقصر الامل وترك الدنيا. روى ان قوما شكوا الى الحسن البصرى من الشيطن قال انه خرج من عندى الآن يشكو منكم وقال قل للناس يدعوا دنياى حتى ادع دينهم . خربوتى ١٢

سواه وقال

استغفر الله من قولٍ بلا عملٍ
لقد نسبتُ به نسلاً لذي عُقمِ

"النسل" الولد "و العقم" كالقدس والعنق عدم النسل يريد ان نسبة الولد الى من ليس له ولد زور وبهت فكذا نسبة الفضل والعمل الى غير اهلها كذب بحت وبيانه ان ظاهر حال الامرانه مؤتمر فكانه نسبه الى نفسه انه بالعمل متاثر وكانه ادعى ان هذا الحال ثابت له على هذا المنوال والحال ان افعاله يخالف الاقوال فيكون كاذبا فيما ادعاه من الفال ثم تبين ان قوله بلا عمل وامره لغيره لا يخلو عن ذلك فقال

امرتك الخيرَ لكن ما ائتمرتُ به
وما استقمتُ فما قولي لك استقمِ

"ما" فى الاولين نافية و فى الثالث استفهامية "والخير" منصوب بنزع الخافض كذا قال اكثر الشراح ويدل عليه قول البيضاوى فى قوله تعالى وامرت ان اكون من المؤمنين من ان حذف الجار من "ان" يجوز ان يكون من المطرد مع ان وان يكون من غيره كقوله أمرت الخير فافعل ما امرت به وقال المحلى "امر" يتعدى الى اثنين ثانيهما بنفسه تارة "و بالباء" اخرى والاستعمال ان فى البية انتهى وكانه نظر الى ظاهر الاستعمال والله اعلم بالحال وعنى انه يستعمل تارة بحذف الباء وتارة باثباتها والمراد بالامر ما يعم الامر والنهى "والخير" ماله عاقبة حميدة "والاستقامة" الثبات والاقامة على الطاعة والعبادة وامتثال الاوامر واجتناب الزواجر يعنى ان القول منى ليس له حقيقة وانما هو مجرد صورة ۔ لا يكون له تاثير ونفع كثير ولذا قيل عظ نفسك فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحى ويقال "طبيب يداوى الناس وهو مريض"

ولا تزودتُ قبل الموت نافلةً ولم اصلِّ سوى فرضٍ ولم اصمِ

---

[۱] القول الذى يخرج عن اللسان لن يبلغ الاذان والذى يخرج من الجنان وقع على الجنان ۱۲. [۲] قال ابو على الجرجانى كن صاحب الاستقامة لا طالب الكرامة فان نفسك تتحرك فى طلب الكرامة وربك يطالبك بالاستقامة قال الله تعالى لداود عليه السلام "عظ نفسك فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحى منى" [illegible] باقر ۱۲

"التزود" طلب الزاد واخذه عند التوجه الى المراد قال تعالى وتزودوا فان خير الزاد التقوى وفيه اشارة الى ان الدنيا معبرة والناس عليها عبرة واكثرهم بلا عبرة فلابد من تحصيل الزاد ليصل السالك المريد الى المراد "والنافلة" فى اللغة منطق الزيادة وفى الاصطلاح الطاعات الزائدة على الفرائض والسنن المؤكدة فكما ان الزاد وصلة الى قرب المقصد فى السفر الدنيوى فكذا النافلة وسيلة الى حب المقصود الاصلى وفى السفر المعنوى ففى الحديث القدسى لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى احببته فاذا احببت كنت سمعه وبصره الحديث ۔ والمعنى ما جعلت شيئا من النوافل زاد السفر قبل الموت ولا تهيأت للوصول الى مراتب الكمال قبل الفوت واقتصرت من قصور همتى على فرض الصلوة و الصيام وما قمت بحق العبودية حق القيام بزيادة النوافل فى الليالى والايام ۔
ثم انتقل من التشبيب الى مدح الحبيب فقال بلا واو عطف مشير الى فصل لطيف ۔

ظلمتُ سنةَ من احيى الظلامَ الى
ان اشتكت قدماه الضرَّ من ورمِ

"الظلم" وضع الشئ فى غير موضعه والمراد منه هنا الترك "و السنة" الطريقة المرضية "والظلام" بالفتح ذهاب النور يراد به الليل بذكر اللازم وارادة الملزوم ومن "احياه" ترك النوم مشتغلا بنوع عبادة فيه فان النوم اخو الموت واليقظة كالحيوة والايقاظ كالاحياء فتنبيه النفس من النوم كاحياءها وفى الحديث الحمد لله الذى احيانا بعد ما اماتنا والمراد من شكاية القدمين المكرمتين ملالتهما عن الوجع الناشى من العوارض

فان اتعظت انعظ الناس ۔ شرح شيخ زاده ۱۲. [۳] يعنى وما قمت بحق العبودية حق القيام بزيادة النوافل كما زاد السلف ۔ روى ان الجنيد كان يدخل كل يوم على حانوته ويرسل الستر ويصلى اربع مائة ركعة ثم يعود الى بيته وعن ابن خفيف انه ربما كان يقرء فى ركعة واحدة عشرة آلاف مرة قل هو الله احد وربما يقرء فى ركعة القرآن كله قال شريك كنت مع ما ابى حنيفة سنة فما رايته وضع جنبه على الارض وكان اصحابه يشهدون انه يصلى صلوة الغداة بوضوء العشاء وقال شعبة احسست اباحنيفة وقت دخول الناس مضاجعهم فخرج من منزله ودخل المسجد واشتغل بالصلوة فلم اقدر على السهر والقيت حصيات فى نعليه فعند قرب الصبح رجعت فوجدته فى مكانه يدعو ويبكى ونظرت ونعليه والحصيات باقية ۔ واما الصوم ۔ فروى فيه ان سهل بن عبد الله يفطر فى كل خمسة عشر يوما مرة وفى رمضان الى رؤية الهلال وكان فى كل ليلة يفطر بالماء القراح ۔ ابو تراب النخشبى اكل اكلتين من البصرة الى مكة ۔ وقيل الربانى ياكل مرة فى اربعين يوما والصمدانى فى ثمانين يوما ۔ وروى ان سهلاً اقتات ثبلث درهم فى ثلث سنوات ۔ ۱۲ خربوتى

البشرية والامور الحسيه واما الروح فكانت متلذذة بالراحة المعنوى ومطمئنة بالحالات والمقالات الانسية القدسية والعبرة بالاحوال الباطنة لا بالاعضاء الظاهرية ولذا قال صلى الله عليه وسلم ليس الغنى عن كثرة العرض وانما الغنى غنى النفس" و"الضر" بالضم بفتح منصوب بنزع الخافض اى من الضر الكائن من جهة الورم والمعنى تركت سنة من احيا الليالى بذكر الله تعالى ومناجاته والقيام بانواع طاعة حتى تورمت قدماه ولم يترك عبادة مولٰه فقيل له صلى الله عليه وسلم اتتكلف هٰذا وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال افلا اكون عبدا شكورا رواه البخارى ومسلم فاذا كان صلى الله عليه وسلم مع علو حاله ورفعة كماله قام بهذا المقام وصلى والناس نيام فكيف يصلح لسائر الانام ان يرقد طال الليالى كالانعام وقد قيل للعابد فى الليل اجران على الطاعة اجر لترك النوم والراحة واجر لتحمل العبادة وقدور د الاجر على قدر المشقة ولما ذكر عبادته صلى الله عليه وسلم التى هى الوسيلة الى الدرجاة العليا فى العقبى اشار الى مقام زهده صلى الله عليه وسلم فى الدنيا واختار الزيادة فى مرضاة المولى وقال

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَآءَهٗ وَطَوٰى

تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُّتْرَفَ الْاَدَمِ

"شَدَّ" عطف على "احيٰى" و"من" سببية و"السغب" بفتحين الجوع و"الحشاء" القلب" وما احاط به الجوف وحشا البطن امعاءه والجمع احشاء و"طواه" لفّه و"الكشح" الحصر وهو مفعول "طوى" و "المترف" اسم المفعول بمعنى المفرط فى النعومة و"الادم" بفتحين جمع الاديم وهو الجلد يعنى تركت طريق من ارتاض بالجوع حتى احتاج الى شد احشاءه وربط اضلاعه وقد ربط الحجر على خصره الناعم ليستعين بثقل الحجر على خفة الاحشاء ويستريح ببرده من حرارة باطن الاعضاء مع انه سند الانبياء وسيد الاولياء لاختياره المولى الفقر على الغنى فانه اولى بسلوك طريق العقبى قال تعالى كلا ان الانسان ليطغى ان راه استغنى واما قوله صلى الله عليه وسلم كاد الفقران يكون كفرا مع ندرته اشارة الى كمال مشقته وعدم تحمل كل احد على مرارته ولذا قال صلى الله عليه وسلم اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل من الاصفياء وشده الحجر على بطنه من الجوع وقع له فى حفر الخندق رواه البخارى عن جابر رضى الله عنه وروى عن انس رضى الله عنه قال جئت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فوجدته جالسا مع اصحابه رضى الله تعالى عنهم يحدثهم وقد عصب بطنه بعصابة فقالوا من الجوع نقله المحلى ولما كان فى البيت الاول اشارة الى صلوته وعبادته وفى هٰذا البيت ايماء الى صومه ورياضته وقد يتوهم متوهم من العوام ان رياضته كانت اضطرارية وعند الخواص يعتبر الرياضة الاختيارية ازال ذلك المقال فقال

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ

عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمٍ

"المراودة" المطالبة والمفاعلة اذا لم يكن للمقابلة فهى للمبالغة "الشم" جمع الاشم والشمم الارتفاع "ومن ذهب" صفة او حال و"ايما شمم" اى شديدة الارتفاع مفعول ثان "لاراها" واصله "اى ما" زائدة للتاكيد و"اى" مضاف الى شمم وهو مصدر بمعنى الوصف اى مرتفعات اى مرتفع يقال مررت برجل اى رجل اى كامل فى الرجولية ثم استعمل المضاف والمضاف اليه بمعنى الوصف المناسب للمقام والمعنى اعرض عن الدنيا واقبل على المولى واثر متاع الفقر على مناصب الغنى حتى ان الجبال الشامخة من الدنانير الراسخة عرضت نفسها وتزينت بانواع الزينة لديه ومالت غاية الميل اليه لعله يرفع النظر اليها فترفع عن الالتفات اليها قال الله تعالى ما زاغ البصر وما طغى وما ذلك الا يامره بعد قضاءه وقدره قال عز وجل ولا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك خير وابقى وفيه اشارة الى ما روى ان جبرئيل عليه السلام قال له ان الله يقول لك اتحب ان تجعل لك هٰذه الجبال ذهبا وتكون معك حيث كنت فاطرق ساعة ثم قال يا جبرئيل الدنيا دار من لا دار له ومال من لا مال له وقد يجمعها من لا عقل له فقال له جبرئيل عليه السلام ثبتك الله بالقول الثابت قال محيى ذكره صاحب الشفاء وغيره وفى هٰذا المقام برهان شاف وبيان كاف على فضل الفقير الصابر على الغنى الشاكر كما جمعت عليه السادات السنية والطائفة الصفية الصوفية نفعنا الله تعالى باسرارهم وجعلنا تابعين لاثارهم وكانه اشارة الى معنى هٰذا المقال من قال من ارباب الكمال "همة الرجال تهدم الجبال" وفيه تلميح الى قوله تعالى وراودته التى هو فى بيتها عن نفسه وايماء مليح الى مزية فضيلة نبينا صلى الله عليه وسلم حيث عرض المولى جميع الدنيا لان الذهب وسيلة الى تمام لذاتها وجميع شهواتها مع انه على وجه الاباحة بل بدون المحاسبة كما ورد فى رواية فاعرض عنها ولم يقبل شيئا منها مع كمال الاحتياج بها وامكان تحصيل العبادات المالية بسببها وسيدنا يوسف عليه السلام عرضت امراة نفسها عليه على الوجه الحرمة فوقع فيما وقع[1] من الهم والهمة فيالها من همة عظيمة ويالها من نعمة جسيمة ويالها من عصمة وسيمة.

---

[1] ان الدلائل القطعية على عصمة الانبياء عليهم السلام كثيرة ولهٰذا قال المحققون من المفسرين والمتوكلين ان يوسف عليه السلام كان بريئا من العمل الباطل والهم المحرم انما مال اليها بمقتضى الطبيعة البشرية ميلا جبليا لا يكاد يدخل تحت التكليف لا قصد الاختيار بامثل هٰذا الميلان كميلان الصائم فى اليوم الحار الى الماء البارد. ابن كثير - روح البيان - روح المعانى ١٢.

وَاَكِّدَتْ زُهْدَهُ فِيهَا ضَرُورَتُهُ

اِنَّ الضَّرُورَةَ لَاتَعْدُوا عَلَى الْعِصَمِ

"الزهد" عزوف النفس والاعراض عن الهوى "والضرورة" شدة الحاجة ومنها الاضطرار ضد الاختيار ويقال عدى عليه اذا غلبه واستولى عليه "والعصم" جمع عصمة وهى قوة بالغة وزاجرة سالفة اودعها الله تعالى فى خواص عباده واكابر عباده تمنعهم عن التعرض لمنهياته والاعراض عن ماموراته يعنى اكد فقره الظاهرى وحتياجه الحسى زهده واعراضه عن اعراض الدنيا وعدم اقباله على جبال الذهب الذاهب فى الهوى فان هذا امر خارق للعادة ولا يختار هذا الا من تلذذ بحلاوة العبادة مع هذا لا يكون ترك الدنيا والتوجه الى المولى الا بعصمة الله تعالى فى حق الانبياء عليهم السلام وبحفظه فى جانب العلماء والاولياء فاذا حصلت لهم العصمة الجلية وغلبت بحفظ الله تعالى هممتهم العلية لا تعدوا ولا تغلب الضرورة الغالبية على القوة القلبية رزقنا الله تعالى من ارزاقهم التقدسيه ونفعنا الله تعالى

وَكَيْفَ تَدْعُوا اِلَى الدُّنْيَا ضَرُورَةُ مَنْ

لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

قال المحلى "تخرج" على بناء الفاعل او على للمفعول وفيه نكتة لطيفة لا يخفى "والدنيا" تانيث الادنى بمعنى الاقرب الينا بنسبة الى الاخرى وقيل مشتقة من الدناءة وهو بمعنى الخسة له بمقام التعجب غاية المناسبة وهى فى الاصل صفة الحيوٰة او الدار وقد يستعمل بمعنى اعراضها الكاسدة واغراضها الفاسدة من الجاه والمال ومايتبعهما مما يجرى الى الوبال فى المال وبهذا الاعتبار تكون الدنيا مذمومة دنية واما اذا صرفت الى مرضات المولى فهى مستحسنة مرضية كما ورد "نعم المال الصالح للرجل الصالح" ومع هذا تركها افضل عند الاكابر الكمل ولذا قال عيسى عليه السلام يا طالب الدنيا لتبر تركك الدنيا ابر وقال صلى الله عليه وسلم لو ان رجل فى حجره دراهم يقسمها واخر يذكر الله تعالى كان الذاكر الله تعالى افضل رواه الطبرانى ثم الدنيا والآخرة على وجه الكمال لا يجتمعان ولذا قيل انهما ضرتان او مثل كفتى الميزان وقال صلى الله تعالى عليه وسلم من احب الدنيا اضر باخرته ومن احب اخرته اضر بدنياه فآثروا ما يبقى على ما يفنى والمعنى كيف تدعو الى الميل الى الدنيا الدنية واعراضها الفانية الرديه الضرورة الاختيارية لمن لولا وجوده وفضله لم تظهر الدنيا من العدم الى الوجود ولا وجد فى العالم غير الموجود وفيه لا تلميح الى ان الدنيا تابعة ولا خلقت الا له ولا تباعه صلى الله عليه وسلم فكيف يكونون تابعين لها او مغلوبين هواها همتهم العالية وتمهم الغالبة عدم الالتفات الى نعيم الباقية فضلا من اللذة الباقية ولذا قيل الدنيا حرام على اهل الآخرة والآخرة حرام على اهل الدنيا وهما حرامان على اهل الله تعالى وفى البيت اشارة الى ما ورد فى الحديث لما اقترف ادم الخطيئة وكان قد رئى على قوام العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله. فسئل الحق بحق محمد صلى الله عليه وسلم ان يغفر له فقال اذا سئلتنى فقد غفرت لك لولا محمد ما خلقتك رواه الحاكم والبيهقى وادم ابو البشر وقد خلق الله تعالى لهم ما فى الارض وسخر لهم الشمس والقمر والليل والنهار وغير ذلك واما الحديث القدسى المشهور لولاك لما خلقت الافلاك "فليس له" اصل لكن معناه صحيح لا ريب فيه

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ

وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

روى فى محمد الخبر على انه بدل من "من" والرفع على انه خبر مبتداء محذوف هو الاظهر انه مبتداء "وسيد" خبره "والكونين" اى موجودين وهم الدنيا والعقبى والمراد اهلها او عالم الغيب وعالم الشهادة وقيل الاضافة بمعنى فى وعطف "الثقلين" "الفريقين" للتخصيص بعد التعميم وللرد على من خص رسالته صلى الله عليه وسلم الى الانس دون الجن والى العرب دون العجم ومن الاولى بيانية والثانية زائدة للضرورة وفى العرب والعجم لغتان فتحهما وضم الاول وسكون الثانى ففى البيت تفنن ويقرأ نون الثقلين من المصراع الثانى والمعنى محمد الذى كثرت محامده ومناقبه وكثرت حامديه حيث عرفت مراتبه فانه فى الاصل اسم مفعول للمبالغة ثم نقل من الوصفية الى الاسمية فرائحة الوصفية لا تحة فى العلمية سيد من وجد فى الكونين وافضل من ظهر فى العالمين لانه تعالى خلق لاجله الدارين فارسله الى الجن والانس والصنفين من العرب والعجم المكلفين بل قيل انه مرسل الى الملائكة وقيل الى الحجر والشجر والنباتات وجميع المخلوقات وسائر الحيوانات بل قيل انه مرسل الى الانبياء السابقين عليهم السلام فهو افضل الخلق اجمعين على الاطلاق بالاتفاق

نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِى فَلَا اَحَدٌ

اَبَرَّ فِى قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

النبى اصله الهمزة وقد قرئ به وهو فعيل بمعنى المفعول او الفاعل فانه مخبر ومخبر والجمهور بالياء المشددة والظاهر انه بدل وقيل انه ماخوذ من النبوة وهو الرفعة فانه مرفوع المرتبة وهو انسان بعثه الله واوحى اليه

سواءامر بالتبليغ اولا فهو اعم من الرسول وأشار اليه بقوله. الامر الناهى وابر بالنصب بمعنى اصدق من بر
فى الحديث صدق يعنى سيدنا ونبينا ومولانا ورسولنا هو الآمر بما هو مامور من عند الله تعالىٰ من العقائد المرضية
والاعمال السنية والاخلاق البهية والناهى عن الامور الدنية والافعال الردية وهو فى تكميل الناقصين حاذق
وفى اخباره بكل ما اخبر به صادق بانه ماينطق عن الهوىٰ بل بالوحى الجلى او الخفى من عند المولىٰ فلا احد اصدق
منه فى النفى والاثبات ولا احق منه فى الوعد والوعيد وسائر الحالات.

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

بمعنى المحبوب ومحبة المخلوق وهى ميل النفس الى ملائمه ومحبة الخالق لعبده تمكينه من سعادته وتوفيقه
على عبادته وتهيئة اسباب قربته والافاضة عليه من خزائن رحمته والشفاعة طلب العفو والفضل من الغير
والهول بمعنى الخوف ويستعمل بمعنى الهائل والهون منه واقتحم فى الامر اى دخل فيه بشدة والتقدير
لكل هول مقتحم فيه والمعنى ذلك السيد العلى الشان والنبى الجلى البرهان هو حبيب الله ولا
عبرة بمن سواهم من اعدائه الذى ثبت شفاعته وترجى اجابته لكل امر عسير وهول خطير وفيه اشارة
الى انه له صلى الله عليه وسلم شفاعات متعددة كما ورد بها الاحاديث المعتمدة منها شفاعة العظمى وهى المقام المحمود واللواء الممدود الذى
يحتاج اليه الوالد والمولود ومنها شفاعة فى اسقاط العذاب او تخفيفه عن المعذبين ومنها المسامحة عن ذنوب
المستحقين ومنها رفع درجاة من شاء الله تعالىٰ من المؤمنين.

دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ

"الاستمساك" التمسك والتشبث والتعلق "والحبل" معروف ويستعار لما يتعلق به ويتوصل به الى المطلوب و"الانفصام"
الانقطاع والمعنى دعا الخلق الى طاعة الخالق دعوة تامة كاملة غير منسوخة مخصوصة بل هى شاملة للخلق الى يوم القيمة
واصلة وفيه اشارة الى قوله تعالىٰ ادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة وايماء الى قوله عزوجل ومن احسن قولا
ممن دعا الى الله فمن تمسك بدعوته من كتابه وسنته تمسك بحبل وثيق غير منقطع الى حين وصلة قال الله

تعالىٰ واعتصموا بحبل الله جميعا فقال عزوجل فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى
لا انفصام لها اى لا انقطاع وفيه اشارة الى بشارة حسن الخاتمة فى حق المتمسكين به

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

فاقه وفاق عليه زاد عليه فى الرفعة من فوق "الخلق" بفتح الخاء حسن الصورة وهى اعتدال الاعضاء وتناسب
الاشكال "والخلق" وقد يسكن الثانى حسن السيرة وهى اعتدال قوى النفس واوصافها فى الكمال وخص منها
العلم لانه راس الفضائل والكرم لانه اساس الفواضل وهى مبنى على القدرة فهما مرجع الكمالات باسرها ومدار نظام الكائنات عن اخرها يعنى انه
صلى الله عليه وسلم فاق النبيين فى الجمال الصورى والكمال المعنوى حتى اثنى الله تعالىٰ بقوله وانك لعلى خلق عظيم
ولم يقاربه احد من الانبياء فضلا من العلماء والكرماء من الاولياء والاصفياء فى جنس من اجناس
علمه وفى نوع انواع كرمه واطلب تفصيل هذه المناقب العلية فى كتاب المواهب اللدنية

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

"الغرف" والاغتراف اخذ الماء باليد ملا الكف والرشف المص (المصدر) و"الديم" جمع الديمة وهى المطر الدائم
المتصل بالليل والنهار والمعنى جميع الانبياء عليهم السلام او كل واحد منهم ملتمس ومستمد من رسول الله الفرد
الاكمل والغوث الافضل صلى الله عليه وسلم وهو من وضع الظاهر موضع المضمر للتنبيه على الوصف النبيه
غرفا اى شيئا يسيرا او مددا كثيرا من علمه او "رشفا" اى استعطاما لطيفا واستقاء شريفا من امطار كرمه
ومن موائد نعمه

---

[1] وتوضيحه - ان الله تعالىٰ فضل الانبياء بعضهم على بعض فاعطى لكل نبى فضلا ثم جمع الفضل كله وزاد
عليه حتى صار فضلا عظيما - ثم اومى الىٰ حسن خلقه وجمال طلعته بقوله (والضحىٰ والليل اذا سجىٰ)
حيث استعار الضحىٰ من وجهه البهى والليل من صدغه الذكى واقسم بهما على ما نص عليه بعض اهل التفسير - شيخ زاده ص ۸۰ ۱۲

وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ

مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ[1]

اى عنده صلى الله عليه وسلم و"حد" الشئ غايته ومنتهاه و"النقطة" بالضم من النقطة وبالفتح من نقطت الكتاب نقطا ونقطه وضع عليه النكتة و"الشكلة" بالفتح من شكلت الكتاب اذا قيدته بالاعراب و"الحكم" جمع الحكمة وهى احكام الراى والتدبير وقيل اتقان العلم والعمل وخص النقطة بالعلم والشكلة بالحكم لان الشكل يحصل به مزيد بيان لا يحصل بالنقطة كذا قيل والاظهر ان النقطة اولى بمزية الظهور ولذا اضيفت الى العلم والشكلة امر زائد خارج عن ماهية المفهوم المتوقف على النقطة التى مدار البينة عليها ولذا نسب الى الحكم وهى علوم دقيقة عقلية متفرعة على العلوم الشريعة ولذا لما اراد رئيس الحكماء الظاهرية ان يستفتى عن رئيس العلماء الباطنية رد عن الباب ووقع فى الحجاب المنتج للعذاب والحرمان عن الثواب ولما كان "كل" مفرد الفظا وعبارة عما اضيف اليه معنى اجاز افراد الضمير العائد اليه اولا فى "ملتمس" وجمعه ثانيا فى "واقفون" كقوله تعالى كل كذب الرسل فحق وعيد وقوله تعالى كل له قنتون والمراد من العلم علم الله الذى لا يتناهى ومن الحكم حكمة التى لا تعد ولا تحصى ثم ان علوم الانبياء عليهم السلام او العلماء باسرها بمنزلة نقطة من كلمة الله لا تنفد وحكم العلماء عن اخرها بمنزلة شكلة من حكم الله تعالى وهذه النكتة والحكمة حاصلتان له صلى الله عليه وسلم على وجه التام والانبياء لهم حد معين ومقام معلوم مبين يقفون عنده لا يتجاوزون عنه قدر نملة ولا يتعدون عن طول نملة وما ذكر من نقطة العلم ايماء الى قوله تعالى وما اوتيتم من العلم الا قليلا واشارة الى قول الخضر عليه السلام لموسى عليه السلام لما غمس العصفور منقاره فى البحر ما علمك وعلمى وعلم الخلائق من علم الله تعالى الا ما اخذ هذا العصفور بمنقاره من البحر. رواه البخارى

---

[1] فيه اشارة الى ان فى كل من الانبياء نوعا من العلوم دون نوع وانه عليه السلام جمع انواع العلوم التى فى الانبياء وسائر الخلائق وفى الشفاء خص الله تعالى به عليه السلام الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين ومصالح امته وما كان فى الامم وما سيكون فى امته من النقير والقطمير وعلى جميع فنون المعارف كاحوال القلب والفرائض والعبادة والحساب - خربوتى ص٨٥ وفى حاشيه شيخ زاده فالحاصل ان علوم الكائنات وان كثرت فبالنسبة الى علم الله تعالى نقطة او شكلة ومشرعها بحر روحانية محمد صلى الله عليه وسلم فكل رسول ونبى وولى اخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه ١٢٠ شرح شيخ زاده ط٨٥

ويحتمل ان يراد بالعلم والحكم علومه وحكمه صلى الله عليه وسلم فان علمه حاو لفنون العلم كعلم القراءة والتفسير والحديث والفقه والقصص والمواعظ والعقائد وغيرها وفى كل منها صنف مجلدات والف مدونات وكذا حكمه صلى الله عليه وسلم جامع لانواع الحكم منها علم بالطب الظاهرى المتعلق بالاشباح وعلمه بالعلاج المعنوى المصالح لامراض الارواح ومنها علوم خواص الاشياء ومنافعها ومضارها ومنها معرفة احوال الفلكية الافاقية المسماة بالهيئة السنية السنة ومنها علمه بالامور الغيبية المخبرة عنها الكهنة المنجمة ومنها حقائق الصوفية ودقائق العربية فدون الدفاتر وزين المنابر بتحريرها وتقريرها وتفسيرها حتى صار علماء امة ورثة الانبياء وظهرت لهم خوارق العادات المنسوبة الى الاولياء الاصفياء فعلم كل نبى وحكمته كنقطة من كتاب علمه وشكلة من باب حكمه يعنى حدهم ومرتبتهم بالنسبة الى مقامه ومنزله مرتبة النقطة من اللفظ والمعنى وبنسبة الشكلة والاعراب من المعنى فلذا قال صلى الله عليه وسلم اوتيت جوامع الكلم وامرت بمكارم الاخلاق واليه الاشارة بقوله تعالى واتبعوا احسن ما انزل اليكم من ربكم "فمن" فى البيت على هذا بيانية وعلى الوجه الاول ابتدائية وللتقسيم

فَهْوَ الَّذِى تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ

ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ

يقرء البيت بسكون الهاء فى "فهو" وباشباعها فى معناه وهما لغتان مشهورتان وقراءتان متواترتان ناخطا من قال انهما من ضرورة الشعر و"حبيبا" حال وقيل مفعول ثان "لاصطفاه" بتضمينه معنى جعل و"النسم" بفتحتين جمع نسمة وهى النفس او كل ذى روح وقيل هى الادمى والفاء للجزاء اى اذا عرف انه صلى الله عليه وسلم على الانبياء عليهم السلام فى الخلق والخلق وفاق عليهم فى الشريعة والحقيقة او فى الاعمال والاحوال او فى العلم والعمل وفى الظاهر والباطن او معاملته مع الحق والخلق او فى الكمال المطلق ثم اختاره واجتباه واتخذه محبا او محبوبا وارتضاه من بين الخلائق بارئ النسمات وفاطر الارض والسموات و"ثم" لافادة الترتيب فى الصفات وقيل انها على بابها من التراخى يعنى قربت له مرتبة النبوة بعد تمام الصورة والسيرة وان كان اعطاء هذه المرتبة المعنوية غير متوقفة على وجود الكمالات الصورية فان الله قادر على كل شئ بالسوية وانما الاختلاف مبنى على الامور العادية وفيه ايماء الى وجه انتظار الى المدة الاربعينية وترجيحه على عيسى ويحيى ممن اعطى النبوة فى حال الطفولية وان كان المتبادر الى الوهم عكس هذه القضية وهذا مستفاد من الكلمات العصامية وفى البيت تلويح الى قوله الله يصطفى من الملائكة رسلا ومن الناس وتلميح الى حديث صحيح وهو قوله صلى الله عليه وسلم ان الله اصطفى

كنانة من ولد اسمٰعيل واصطفى من كنانة قريشا واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفنى من بنى هاشم رواه مسلم وفى رواية ان الله اصطفى من ولد ابراهيم واسمعيل رواه الترمذى وقال صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد ادم يوم القيٰمة ولا فخر وبيدى لواء الحمد ولا فخر وما من نبى يومئذ ادم فمن سواه الا تحت لوائى وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر وانا اول شافع ولا فخر رواه احمد والترمذى وابن ماجه رضى الله تعالىٰ عنهم

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِىْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

"منزه" خبر ثان "لهو" او خبر مبتدا محذوف وهو "هو" و"المحاسن" جمع حسن على خلاف القياس و"فيه" باشباع الضمير صفة "لحسن" او حال منه وفى اثبات الجوهر للحسن الذى هو عرض والحكم عليه بعدم الانقسام لطافة لا يخفى يعنى انه صلى الله عليه وسلم منفرد فى الجمال الصورة البهية والسيرة السنية لا يشاركه فى كماله احد من البرية اما فى مجموع المحاسن من حيث المجموع على الوجه الحقيقى واما فى كل واحد منهما على طريق الادعائى فكان محاسن غيره غير حسن فى جنب حسنه صلى الله عليه وسلم

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِىْ نَبِيِّهِمْ

وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمٖ

يجوز فى "نبيهم" التشديد والهمزة ويقول باشباع "ميم الجمع" ولو وقفا تنزيلا للوقف بمنزلة الوصل للوزن ومدحا تميز و"الاحتكام" استعمال الحكمة واتقان الحكم يعنى اترك فى مدحه صلى الله عليه وسلم مثل ما ادعته النصارى فى نبيهم عيسٰى عليه السلام من الاتحاد والحلول والتثليث والتناسخ والتوالد ونحو ذلك مما يوجب الكفر والشرك والضلال ويترتب عليه العذاب والنكال والوبال والاغلال حيث قال بعضهم المسيح ابن الله وقال بعضهم ان الله هو المسيح وقال بعضهم ان الله ثالث ثلثة واحكم بما شئت فى حقه من جهة نعته ومن شرف شانه وعلو منصبه ومكانه وتكلم بالحكمة واتقن فى الحكم بالمدحة حتى لا يتجاوز عن الحد الانسانى الى الوصف الصمدانى قال سبحانه وتعالىٰ يا اهل الكتٰب لا تغلوا فى دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق اين التراب ورب الارباب

فَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ

وَانْسُبْ اِلٰى قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

"الفاء" للعطف التفسيرى و"ما" موصولة و"من" بيانية و"التنوين" للتعظيم فيهما او للفصاحة عن الشرط التقديرى اى اذا تركت مثل دعوى النصارى وكلام الجبابرة فلك السعة فى دائرة النسبة الى ذاته المعظمة ما شئت من الاوصاف المكرمة من جمال الخلق وكمال الخلق وطيب العرق وزكاء اللب وصفاء الجنان وبلاغة الكلام وفصاحة اللسان وسائر كمالات الانسان فانه منبع الاحسان ومبدع الرحمٰن وايضا لك الرخصة فى النسبة الدائرة على احاطة كمال قدره ومرتبته وجمال ظهوره وعظمه ما اردت من انواع العظمة وفنون الكرامة واجناس للمعجزات التى لا يستقصى حدها ولا يحصى عددها

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ

حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

"الفاء" للتعليل لامتناع المدح بالتفصيل ونصب "يعرب" على جواب النفى وضمير "عنه" للحد ويقرء بالاشباع على لغة مراعاة للزنة و"الباء" للاستعانة متعلق "بناطق" او "بيعرب" و"الاعراب" الافصاح والبيان والايضاح وهو لا يكون الا باللسان فالتعبير عنه "بفم" من ارادة الحال بذكر المكان وفائدة ذكره مع ان النطق لا يكون بغيره زيادة افادة عموم الحكم فى عدم حصر قدره كقوله تعالىٰ وما من دابة فى الارض ولا طائر يطير بجناحيه من نظائره يعنى امرك بالنسبة الاجمالية فى عد صفاته الكمالية فان فضائله التفصيلية ليس لها نهاية حتى يمكن ان يبينه احد على غاية ولو بلغ مبلغ البلغاء والفصحاء وفيه اشارة الى انه افضل من جميع الملئكة وسائر الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام بل ايماء الى انه

لا يعلم حقيقة الذات المحمدية

وحقيقة الصفات الاحمدية

صلى الله عليه وسلم الا الموصوف بصفات الربوبية

ولذا قال بعض العارفين

الخلق عرفوا الصفات الالوهية

ولم يعرفوا النعوت المصطفوية

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَمًا

أَحْيَى اسْمُهُ حِينَ يُدْعَى دَارِسَ الرِّمَمِ

"العظم" بكسر العين خلاف الصغر كذا فى القاموس فيكون مستعار العظمة "والرمم" جمع الرمة كالقطع والقطعة وهى العظام البالية يقال دارس الرمم اذا عفى فاندارسها زيادة فى ... "قدره" مفعول به قدم لاهتمامه "وعظما" تميز كطاب زيد نفسا "واسمه" فاعل "احيى" والنسبة مجازية فان الاحياء من الصفات الالهية وضمير يدعى راجع الى "اسمه" او الى الله تعالى اى يسال باسمه "ودارس" مفعول ... الاضافة من قبيل اضافة الصفة الى موصوف اى الرمم الدارس والجملة جواب لو والمعنى انه ظهرت له الآيات البينات ... على رسالته ونبوته صلى الله عليه وسلم وتبين له الكرامات والمعجزات المشعرة على علو مرتبته ورفعة عظمه بقدر ما اقتضى من قضاء الله تعالى وقدره وحكمته وارادته ومن جملة معجزاته صلى الله عليه وسلم احياء الموتى حتى على ايدى بعض امته ومع هذا لو اراد الله تعالى المناسبة التامة السنية بين ذاته العلية وآياته البهية لاحيى الله تعالى باسمه فضلا عن رسمه اذا دعى او ذكر اسم من اسمائه او وصف من اوصافه صفاته العظام البالية والاجسام الفانية من الاموات الحقيقية المجازية حيث جعل خاصية اسمه المحمدى

او وصفه الاحمدى انه اذا ذكر على ميت حقيقى صار حيا حاضرا واذا ذكر على

كافر وغافل جعل مؤمنا وحوّل ذاكرا لكن الله تعالى ستر جمال هذا الدر

المكنون وكمال هذا الجوهر المصون لحكمة بالغة ونكتة سابقة ولعلها

ليكون الايمان غيبيا والامور تكليفيا لا الشهود عينيا والعيان بديهيا ولئلا يصير مزلقة لاقدام العوام ومزلة لتضر الجهال بمعرفة الملك العلام ولا شبهة ان فى مقام المبالغة عود ضمير "يدعى" الى اسمه صلى الله عليه وسلم اولى من ان يقال

يدعى الله تعالى باسمائه الحسنى

ولذا يرد ان القرآن لشرف شانه لا يمكنه البيان فان الكلام فى عظمة الدلالة لا فى شرف المقدار المقالة فانه لو كان

دلالة القرآن ظهرت على قدر عظمة نبينا العظيم الشان لما انكر نبوته ورسالته احد واظهر الله تعالى فى الدنيا عظمته ولذا قال تعالى ولو ان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى بل لله الامر جميعا اى لكان هذا القرآن لكنه صرف عما ذكر لما كان هناك مانع منيع ثم خطر لى ان الناظم رح لو قال ناسبت عظمه آياته عظما احيى اسمه حين يدعى العظام فى الرمم بضم العين فى عظمه وفتحها فى العظام لكان انسب بالمناسبة اللفظية والملاطفة النطقية مع مراعات اللطائف المعنوية التى يقتضى الذات الجامعية

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَى الْعُقُولُ بِهِ

حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

"والامتحان" الابتلاء والاختبار "وعى" بالامر عجز منه ولم يهتد لوجهه والعقل ملكة تعقل صاحبها عن الفضائح وتمنعه عن القبائح "والحرص" شدة الرغبة فى الشئ والميل اليه وصرف الهمة عليه "والارتياب" الشك والتردد ويقال "وهم" بالفتح اذا رجح جانب الباطل "وهام" اذا تحير فى امره العاقل "وما" موصولة والضمير فى "به" راجع اليه "وحرصا" مفعول له او حال والمعنى انه صلى الله عليه وسلم من غاية رافته ونهاية رحمته لم يا تنا بشئ من عقائد الاسلام ولم يكلفنا بشئ من تكاليف الاحكام لم يهتد العقل بادراكه ويعجز صاحبه عن ادراكه بل اتانا بالدين الحنفية النوداء والملة السمحة البيضاء لاجل حرصه علينا وكمال التفاته الينا فلم نشك فى رسالته ولم نتحير فى متابعته ولم نخترطريقا غير الطريقة الجامعة من شريعته وحقيقته صلى الله عليه وسلم وفى البيت ايماء الى قوله تعالى لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه

ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم

أَعْيَى الْوَرَى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرَى

لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

"الاعياء" التعجيز "والورى" الخلق وضمير "معناه" يقرء بالاشباع "والمعنى" مقصود الكلام وكمال كل شئ على وجه التمام وفى نسخة "للقرب" فاللام بمعنى "فى" "وضمير منه" يشبح من اشباع وكذا "فيه" فى نسخة والضمير راجع اليه صلى الله عليه وسلم وفى نسخة "منهم" فالضمير راجع الى الورى" وجوز على النسخة الثانية عود الضمير الى "المعنى" "والانفحام" قبول الالزام واصله ان الخصم يسود وجهه كالفحم عند الالزام واسناد الاعياء الى الفهم

مجازی اعمی الله تعالیٰ الوری عن فهم معناه و "فهم" مضاف الیٰ مفعوله ای فهمهم معناه وما بعد "لیس" مفسر لضمیر الشان فیها و "یری" مبنی للمفعول و "فی القرب" متعلق به او "بلیس" ویجوز نصب "غیر" علیٰ انه مفعول ثان لیری علی تقدیر ان یکون من الرؤیة القلبیة والمعنیٰ

ان فهم معانیه الخفیة البهیة وکمالاته العسیریة السنیة اعجز الکائنات باسرها والمخلوقات

بشرا شرها فلیس یبصر بل ولا یعلم فی القرب والبعد المکانین او العهد والعصر الزمانین

منه صلی الله علیه وسلم حال کونه غیر عاجز عن ادراک معناه وغیر ساکت عن حقیقة

مبناه سواء من شرف بلقائه وطوبی لمن راٰه او تحسر علی عدم مطالعة طلعة مولاه

مقولا فی حقه واشوقاه او القرب والبعد بحسب المرتبة والمنزلة یعنی یستوی فی عدم

العلم باحاطة کمالاته والتحیر فی علو ذاته ورفعة صفاته صلی الله علیه وسلم من قرب

الیه فی الحال والمقام کاولی العزم من الرسل الکرام العظام والملائکة المقربین وحملة العرش

الکرام ومن بعده عن همته ومسائرته من عوام الانام

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ

صَغِيْرَةً وَتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمِ

"بعد" بضمتین لغة و "الاکلال" التعجیز عن الادراک و "الطرف" البصر و "الامم" بفتحتین القرب یعنی انه صلی الله علیه وسلم فی وصفه الذی تقدم من انه عجز عن فهم مبانیه وادراک معانیه القریب والبعید والشقی والسعید کالشمس التی من جهة البعد حال کونها صغیرة وتعجز البصر والنظر من القرب وتصیر نفس الرائی حیرة هذا من تشبیه المعقول بالمحسوس لتقریب الفهم المنکوس والحاصل ان الشمس علی ماقیل قدر کرة الارض مائة مرة وبضعا وستین مرة فلا تدرک بکمالها وان شوهدت

کذلک النبی صلی الله علیه وسلم لا یدرک معناه وان شوهدت صورته تظهر من المسافة البعیدة صغیرة واذا تقرب الشمس لادراک حقیقتها وتامل لتها یری نفسه عاجزة حقیرة کذلک هو صلی الله علیه وسلم یری فی بادی النظر انه فرد من احاد البشر واذا تامل الواحد فی جمال ذاته وکمال صفاته تحیر وعجز عن ادراک مراتب درجاته (قال) تعالیٰ ورفعنا بعضهم درجات قال المفسرون المراد بالبعض ذات العلیة الصفات او یقال انه صلی الله علیه وسلم یری فی نظر الاغیار من اهل الغفلة عن الادراک صغیرا وفی عین اهل البصیرة من الاعیان خلاصة

الانسان کبیرا قال تعالیٰ وتراهم ینظرون الیک ای ظاهرا وهم لا یبصرون ای باطنا ومنه قوله صلی الله علیه وسلم اللهم اجعلنی فی عینی صغیرا ای لمشاهدة عظمتک وفی اعین الناس کبیرا ای لمکاشفة قدرتک

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ

قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

"کیف" ظرف متضمن لاستفهام الانکاری متعلق "بیدرک" وتقدم لصدارة الاستفهام و "الحلم" بضمتین لغة وهو مایراه النائم والمراد هنا الخیال و "القوم" هم الوری او ماوراء الانبیاء والاولیاء والمعنی کیف یعلم فی الدنیا الدنیة حقیقة الذات المحمدیة وحقیقة الذات الاحمدیة جماعة غافلة کالنیام قنعوا عن معرفته بالخیالات والاوهام وفیه تنبیه علی ماروی ان الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا واشارة تحتها بشارة ان شمس جماله وکوکب جلاله یطلع من افق کماله فی الاخرة وقت الندامة کما قال علیه السلام ادم ومن دونه تحت لوائی یوم القیامة فان البصائر تکامل الادراک السرائر للقریب والبعید قال سبحانه وتعالیٰ فبصرک الیوم حدید ولذا قال بعض العارفین انما امتنع رؤیة الله تعالیٰ فی الدنیا الفانیة لان الباقی لا یری الا بالعین الباقیة

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهُ بَشَرٌ

وَاَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

یقرء البیت باشباع "هاء" فی "فیه" علی قراءة المکی وکسرة المیم فی "کلهم" والاشباع من الحکم الشعری یعنی نهایة بلوغ علمنا وغایة وصول فهمنا فی مبنی ذاته انه بشر عظیم وجوهر جسیم من افراد الانسان واحاد الاعیان وفی معنی صفاته انه افضل الکائنات وسید الموجودات انما اکد بالکل دفعا لخلاف البعض وهذا اشعار بالعجز والقصور لاهل الثقلین عن احاطة کنهه فی الجانبین

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا ... فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهِ بِهِمِ

---

[1] للمکونات تکونت بافاضة فیض نور النبی صلی الله علیه وسلم الذی هو المستفیض من الفیض الاول فوجود الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وکل ای الخ باقی ص ۳۲

"كل" هو مرفوع على الابتداء "والواو" لعطف الجمل ويبعد قول عصام الدين انه منصوب عطفا على اسم "ان" "اى"
جمع الآية بمعنى المعجزة "والرسل" بسكون السين تخفيفا جمع الرسول "والكرام" جمع كريم وهو من باب الاكتفاء
اذ يفهم غيرها بالطريق الاولى يعنى جميع ما اتى الرسل والانبياء من خوارق العادات فانما اتصلت تلك الآيات
الظاهرات والمعجزات الباهرات من اثر نوره (صلى الله عليه وسلم) الاصلى الذى اتصل اليهم بطريق الفرعى بمعجزات
السابقين معجزة له كما ان كرامات اللاحقين كرامة له فالسابقون واللاحقون انما هم فى الحقيقة تابعون
كالمقدمة والسابقة للامير سائرون والى حكمه صابرون و
"كذا كل علم ومعرفة ونكتة وحكمة فانها من اشعة انواره ولمعة انوره"

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

تخييل حسن وتعليل مستحسن فانه شبه النبى صلى الله عليه وسلم بالشمس تشبيها بليغا والاضافة بمعنى
"من" اى من فضل الله كذا قيل والاظهر ان الفضل بمعنى الفضيلة والزيادة والاضافة لادنى ملابسة
يعنى كما ان الشمس متميزة بزيادة الضوء واصالة النور من سائر الاقمار والكواكب الكوامل كذلك نبينا
صلى الله عليه وسلم ممتاز بفضل اسرار الفضائل واصل انوار الشمائل عن سائر ارباب الفضائل "وهم" يعنى الرسل
والانبياء مثل كواكب تلك الشمس والاضافة تفيد ان كوكب الشمس مختص بما يستفيض من فيضه ويستفيد
من ضوئه وهو القمر كما هو فى محله مقرر فجمعه لتعدد مشبه وقيل لاختلاف احواله من الهلالية والبدرية
وغيرهما وقيل المراد مطلق الكواكب فيكون الحكم تغليبا او مبالغة ادعاء "يظهرن" اى الكواكب انوار الشمس
للناس وحضور شرفهم ولو قال للخلق لعم "والظلم" جمع ظلمة اى ظلم الليالى والمعنى انه صلى الله عليه وسلم
بمنزلة الشمس فى افق سماء العدل والفضل بزيادة النور ومزية الاصل وسائر الانبياء فى المشارق
والمغارب انما هم بمنزلة القمر من بين الكواكب فى

انهم يستمدون من نور نبوته القديمة ويستنيرون
من ضياء رسالته القويمة او لانهم

الرسل الكرام بها انما هى من نور النبى عليه صلوات الملك العلام ص ١٠ شرح شيخ زاده - ١٣٠

كالنجوم يظهرون انوارهم فى الليالى المظلمة والاوقات المداهمة للناس اى لبعضهم او كلهم و التخصيص
بالناس لان الجن لم يبعث غير نبينا اليهم واذا طلع نور شمس المحمدية غاب كواكب الانبياء والرسل الاحدية
وعلى هذا فالتعبير عن الانبياء المشبهين بالكواكب المنوبين بضمير الاناث فى "يظهرن" بناء على احكام
المعبر به وهذا عكس ما ورد فى القرآن من قوله تعالى رأيت احد عشر كوكبا والشمس والقمر رأيتهم وفيه
اشارة الى نسخ شريعة نبينا صلى الله عليه وسلم من قبله من الانبياء وايماء الى ان يومه ليس بعده ليل ودينه لا يعقبه
زوال وفناء

اَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

"اكرم به" صيغة تعجب "والخلق" بالفتح "الخلقة" والصورة وبضمتين الصفة والسيرة "والاشتمال" فى اصل
الاستعمال التلفف بالشملة والتلبس بها مع الاحاطة "والبشرة" بالكسرة ما يظهر فى بشرة البشر من اثر السرور
يسمى البشاشة وفى بعض النسخ "بالبر" وهو سعة الخير والسماحة "والاتسام" بالشئ الاتصاف به من
الوسمة وهى العلامة وجملة "زانه" صفة "نبى" "اوخلق نبى" "وبالحسن" متعلق "بمشتمل" وهو بالجر صفة اخرى ومثله
ما بعده والحسن راجع الى الخلق والبشر راجع الى الخلق او كل منهما اعم وهو فى ذوقى اتم يعنى ما اكرم خلق
نبى وصورته الظاهرة الذى زينه وحسنه خلقه وسيرة الباطنة والظاهرة فهو كما قال الله تعالى
ونور على نور وقال تعالى مثل نوره كمشكوة فيها مصباح الموصوف باشتمال الحسن واحاطة جميع حالاته ومقالاته
وحركاته وسكناته المتصف لابتسام بالبشر التام والبشاشة على طريق الدوام والابتسام فى وجه العلماء
الخاص على وجه يرضيه الملك العلام عليه الصلوة والسلام ما دامت الليالى والايام وان كنت تريد ان تدرك
لامحه من صفات خلقه الجسيم او تشم رائحة من نعوت خلقه العظيم فعليك بالشفاء والمواهب
لتظفر بالعجائب والغرائب

كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ

اى هو صلى الله عليه وسلم رشرف وكرم مثل الزهر والورد فى الظرافة والطراوة والطلاوة ومثل البدر وهو ما
يكون فى ليلة اربعة عشر المعبر عنه بطر فى الرفعة والتعلية على الكائنات وفى غلبة نوره على سائر المخلوقات
وهو ما قبله متعلقات بخلقه المكرم كما ان الوصفان المتاخران راجعان الى خلقه المعظم ومثل البحر فى انواع
الاحسان الى افراد الانسان كما قال الله تعالى فى سورة الرحمن يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان فباى الاء
ربكما تكذبان ومثل الدهر وهو اعم من العصر فى الهمة والقصد والنية والظاهر ان المراد بها ملكة الشجاعة
وهو علو همة الزمان تخييلى واما وصفه صلى الله عليه وسلم فتحقيقى والتشبيه من باب تشبيه النعت
المعنوى بالامر الحسى ومما ورد فى نعومة بدنه ورعامة جسده صلى الله عليه وسلم ما اخرجه الشيخان
عن انس رضى الله تعالى عنه ما مسست حريرا ولا ديباجة الين من كف النبى صلى الله عليه وسلم ومما جاء فى علو
مقامه ونور وجهه ما اشار اليه صلى الله عليه وسلم بقول فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر
على سائر الكواكب رواه احمد والترمذى وغيرهما او قال فى حديث اخر فضل العالم على العابد كفضلى على ادنكم
رواه الترمذى وغيره وما روى فى كرمه واحسانه وبره وامتنانه ما رواه مسلم عن انس رضى الله عنه قال ما سئل
رسول الله صلى الله عليه وسلم على الاسلام الا اعطاه فسأله رجل غنما بين جبلين فاعطاه اياه فاتى قومه فقال
يا قوم اسلموا فوالله ان محمدا صلى الله عليه وسلم يعطى عطاء لا يخاف الفقر ومما يدل على قوة قلبه وهمته
وملكة شجاعة ركض بغله لما ولى المسلمون فى حنين قبل الكفار الى ان انهزموا بحصات رماهم بها وعن البراء
كنا والله اذا احمر البأس يتقى به صلى الله عليه وسلم روى الحديث مسلم والتشبيه الاخير على عادة
الشعراء العرب ومبالغتهم فى تحسينات الادب ونظيره قول الشاعر فى ممدوحه له همم لا منتهى
لكبارها وهمته الصغرى اجل من الدهر وقد نسب هذا البيت الى حسان رضى الله تعالى عنه فى مدح النبى
صلى الله عليه وسلم

كَأَنَّهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِي جَلَالَتِهِ

فِي عَسْكَرٍ حِينَ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ

فى جلالته صفة لفرد وفى عسكر متعلق بمحذوف فى محل رفع على انه خبر كان اى كان النبى صلى الله عليه وسلم
والحال انه منفرد بذاته وثابت فى عظمة صفاته وكائن فى ظهور كمالاته من كمال هيبته وجلالة همته قائم فى قلب
عسكر كبير وفى وسط حشم كثير حين تلقى ايها المخاطب وتراه فى ذلك الموكب وفى البيت اشارة الى قوة شجاعته

وعظمة مهابته بان يكون حال الانفراد من قوة الجاش كمن يكون فى الجيوش من حال الانتعاش وايماء الى انه
لا يخلو عن متابعة اعوانه ومشايعة خلانه من الرجال الغيبية والملائكة السماوية وفى نسخة مرجالته
على انه علة للتشبيه المستفاد من كان وهو فى المعنى وجه التشبيه اذ القصد تشبيه مفردا بنفسه المختار
مصحوبا بعسكر وحشم فى الهيبة والوقار وفى نسخة "بهم" بدل حشم بضم الباء جمع بهم "بفتحها وهو الشجيع
وقيل جمع "بهمة" كتهمة وهو العسكر او الركبان والنسخة المشهورة اولى لاتيان هذه اللفظة فى القوافى الاتية

كَأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ

مِنْ مَعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسَمِ

يقرء البيت بسكون همزة الاولى وابدالها من "اللؤلؤ" واشباع "منه" وهو راجع اليه صلى الله عليه وسلم والمنطق
مكان النطق وهو القلب او اللسان وهما مظهر البيان والمبتسم "بصيغة المفعول مكان التبسم وهو الشفتان
وهما مظهر الاسنان ويمكن ان يكون "المنطق" والتبسم" مصدران والاضافة بمعنى اللام وعلى الاول للبيان
وفى البيت تشبيهان احدهما معنوى والاخرى حسى يعنى ان جوامع كلمه ودرره ومنضوم اسنانه وثغره
كاللؤلؤ المصون فى لطافته وغرره كما قال البحترى

فمن لؤلؤ يبديه عند ابتسامه ؛ ومن لؤلؤ عند الكلام لساقط

وشبه الغرر القلب بالمعدن فى انه لا ينفد كثرة لطافته ووصف اللؤلؤ بالمكنون الدال على طراوته
وتقييده بكونه فى صدف ومعدن لكونه فيه احسن منه فى غيره قال المحلى حكى ان بعضهم راى فى المنام ان
الصديق رضى الله عنه يرثى النبى صلى الله عليه وسلم بهذا البيت والبيت الذى قبله باحسن الانعام ولما اشار ببعض كمالاته الصورية
والمعنوية من خلقه وخلقه حال الحيوة اومى بانه صلى الله عليه وسلم ايضا متميز عن سائر المخلوقات فى حال الممات
كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم "ان الله حرم على "الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلوة والسلام

لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ أَعْظُمَهُ

طُوبَى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَثِمِ

ا مراد الناظم اثبات الطيبة لبدنه عليه السلام بطريق الكناية اذ هو ابلغ من الحقيقة فوصف تراب روضته عليه

"الطيب" لما يتطيب به وتعدل به" - واه "ولترب" بالضم بمعنى التربة او التراب ونصبه بنزع الخافض "والضم" بمعنى الجمع واللم "والاعظم" جمع "عظام" والمراد جميع اعضائه المعظمة مجازا بذكر الجزء وارادة الكل "و" طوبى" مصدر طاب "كبشرى" و "زلفى" والواو منقلبة عن اليا المضمة ماقبلها وهو مرفوع المحل كقولك "سلام لك" او منصوب المحل "كطيبا لك" "وسلاما لك" واللام للبيان كما فى "سقيا لك" ومعناه اصبت خيرا وطيبا فيه معنى التعجب والتمنى "انتشق" اى شم "ويقرّها" "منه" بالاشباع وضميره راجع الى تربته وهو ابلغ من ان يكون عائدا لية صلى الله عليه وسلم "ولثمه" قبله يعنى لا يوجد طيب من مسك او عنبر او غيره يساوى نفسه بتراب تربة التى لمست اعضائه وجمعت اجزائه واحاطت بجسمه الشريف وقرنت بقرب بدنه اللطيف ولهذا يتعجب يتمنى ويقاويتزين بن الحال المستطابة لمتشم من ذلك التراب ومقبل ذلك الاعتاب وهو كناية عن الزيارة والاقتراب من ذلك لباب ففى الحديث المتفق عليه عن انس رضى الله تعالى عنه قال ماشممت عنبرا ولا مسكا ولا شيئا اطيب من ريح صلى الله عليه وسلم البيت مقتبس من مرثية البتول الزهراء فاطمة الكبرى رضى الله تعالى عنها صبت علىّ مصائب لو انها صبت على الايام لصرن لياليا - ماذا على من شم تربة احمد لولم يشم مدى الزمان غواليا ثم صرح العلماء رحمهم الله تعالى بان ضريحه صلى الله عليه وسلم افضل من الكعبة وانما الخلاف المشهور بين المكة والمدينة زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما بل روى عن الغزالى رح ان تربة لصقت بجسده من الفراش اعلى تربة من العرش ثم لما ذكر انه ابلغ مبلغ الكمال فى جميع الاحوال اشار الى انه صلى الله عليه وسلم ظهر من مباديه لوائح الجمال فقال

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَاٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ

"الابانة" الاظهار "والمولد" "والمبتدا" "والمختتم" اسما زمان "والعنصر" الاصل والاركان "ومنه" باشباع الهاء والضمير راجع اليه صلى الله عليه وسلم يعنى اظهر زمان ولادته باظهار الله تعالى واراد ته عن لطافة مادة اصله ونسله ونظافة خلقته وطهارته وقت اختتام رحلته والنداء للتعجب والتعجيب والحث على فهمه والترغيب

السلام بانه شريف لا حبيب مثله وصف ذاته عليه السلام بطريق الكناية فالتراب انما اخذ الطيب من مقارنته له عليه السلام لما كان عليه السلام متصفا برائحة الطيب وفى شرح شيخ زاده ان عند المحب تراب ارض الحبيب انفس من كل كحل واطيب من كل طيب - والمعنى ان الجنة ونعيمها لمن يزور روضة النبى ويشم نسيمها ولعمرى حقيق بان يكون التراب الذى ضم جسمه المطهر اطيب من الكافور والعنبر فان ضم الجنس الى الجنس من سنن الله تعالى ط ١٠٩ قال العلماء ان تربة قبره افضل من البيت والمسجد الاقصى والعرش والكرسى - خربوتى - ١٢

وفيه ايماء الى حسن خاتمة وفاتحة وانباء الى علو سعادته فى بدايته التى هى اساس نهايته وقال الصديق الاكبر رضى الله تعالى عنه لما قبله بعد مماته صلى الله عليه وسلم طبت حيا وميتا وكما قال الشاعر رحمه

فى المهد ينطق عن سعادة جده ÷ اثر النجابة ساطع البرهان

والمراد بالابتداء والاختتام الاستمرار والدوام كما فى قوله تعالى وسبحوه بكرة واصيلا ولهم رزقهم فيها بكرة وعشيا

يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمُ
قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

المراد "باليوم" مطلق الزمان لقوله فى البيت الاتى "وبات كسرى" وهو بدل من "مولده" او خبر مقدر هو "وتفرس" اى نظر وعلم بالفراسة وهى قوة يدرك بها الانسان المعانى الباطنة من المخائل الظاهرة "والفرس" اسم جمع لاهل بلاد فارس وهو بكسر الراء فى لغة العرب وبسكونها فى كلام العجم "وانهم" يقرء بضم الميم "والبؤس" يهمز ولا يهمز وهو الشدة المورثة للهم والحزن "والنقم" بكسر النون وفتح القاف جمع نقمة بمعنى العقوبة يعنى زمان ولادته وان بدايته صلى الله عليه وسلم هو وقت ظهر بطريق الفراسة فى ساعة الموصوف بالتفارسة لاهل الفرس من عظمائهم وعلمائهم انهم قد اعلموا اعلاما متضمنا للتخويف بنزول التشديد والعقوبات بهم على وجه التضعيف بهم من زوال دولتهم وانقراض ملتهم حيث ذرت ولادته الايات وعلامات التى يقال لها الارهاصات وهى خوارق العادات المتقدمة على ظهور المعجزات كما اشار الى بعضها المصنف ويعجز من احصائه المصنف

وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

"بات" عطف على "تفرس" اى صار فى وقت البيتوتة والمراد ليلة ميلاده على التحية "والايوان" بالكسر اسم معرب لمسقف لا يكون بجانبه المقدم جدار "وكسرى" بكسر الكاف وفتحها معرب "خسرو" هو اسم لملك الفرس كفرعون للمصر "وقيصر" للروم "والنجاشى" للحبشة "والخاقان" للترك "وتبع" لليمن "والانصداع" الانشقاق "والشمل" من الاضداد التفرق والاجتماع التفرق بعد الاجتماع "والالتئام" بالهمزة الاتصال

ونراد بالكسرى الثاني غير الاول وليس من باب الاظهار موضع الاضمار فانه الاول نوشيروان بن قباد العادل
وحديث "ولدت فى زمان الملك العادل" لا اصل له كما قال البخارى واما الثانى فهو برويز بن هرمز بن يزد
جرد بن نوشيروان وفى شرح المنظومة ان هذا الثانى عم والد الامام الاعظم ابى حنيفة نعمان بن ثابت بن
طاوس بن هرمز وتلميذه الامام محمد يصل اليه فى طاوس وهو محمد بن حسن بن عبد الله بن طاوس "وهو غير
ملتئم" "خبر ثان و"كشمل" متعلق "بغير ملتئم" وانما يلتئم ليكون تذكرة باقية وتعيها اذن واعية ويجوز ان يكون
"كشمل اصحاب كسرى" خبر ثان و"غير ملتئم" حال من الشمل فيراد "الالتيام" الاتفاق والمعنى صار ليلة ظهوره
وبدو نوره صلى الله عليه وسلم طاق ايوان كسرى مكسورا اشارة الى كسرهم وغير ملتئم ايماء الى جبرهم بتفرقة
اصحاب كسرى الاخرى بعد الف فيهم لم يتفق لاحد من ملوك الارض كمسنده ومقامه وحشمه وجيوشه وايوانه وخدمه
فلم فى الانهدام والانخرام حتى جاء تباشير الاسلام وروى انه لما ارتج وارتعد ايوانه خاف هو واعوانه اذا سقط
اربع عشرة شرفة فوجه قاصدا الى النعمان بن منذر احد ملوك العرب ويستفسر عن سر ما بدا فرفع الخبر الى سطيح وقد
اشفى على الضريح وهو احرق كجثة العرب ما كان له عظم سوى راسه صلا فقال يكون اسباب اشتات ويموت ملوكه بعدد
الشرفات قيل قال بينما يعيش اربعة عشر منهم ويموتون يد بر الله تعالى فيما سيكون فمات عشرة منهم فى اربع سنين وانتهى
اربعتهم الى خلافة امير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه وعن كل الصحابة اجمعين

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ

عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِيُ الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

"والنار"
"الخمود" الانطفاء و"نفس النار" كناية عن لهبها "الاسف" الحزن و"الساهى" الغافل و"السدم" الحيرة والجملة
عطف على قوله وهو منصدع ويمكن ان يكون عطفا على بات لان هذه الجمل فى تقدير المفردات يعنى والنار التى كانت
موقدة مدة الف سنة لانهم كانوا يعبدونها ولها خدمة يحفظونها ويفقدونها خمدت وهمدت عند ظهور نور
ولادته واشعة شمس نبوته وولايته وفيه ايماء الى من اقتبس من هذا النور انطمس وانطفا عنه النار ويؤيده انها
جهنم تقول جز يا مؤمن فان نورك اطفأ لهبى وقوله "من اسف" اى تاسف وتحزن على كسره او الفرس او على كفرهم
حيث عبدوها وتركوا عبادة خالقها او من اجل حصول الاسف والحزن لهم بتفقد معبودهم وفيه اشارة الى ان الحادث
والفانى غير مستحق للعبودية بل الحى الذى لا يموت يستحق الربوبية قوله "والنهر" اى صار فى تلك الليلة المعظمة والساعة
المكرمة نهر الفرات فلا ينبوعه عن مجراه من حيرة العراق ووقع فى "ساوة" وهى بادية بين دمشق والعراق نهر د

بالعين" "الباعرة" فى المعنى سهى عن عين الفرات لتحيره من مفاجأة البلوى وضل الطريق بطرء العمى كذا قيل. وقيل اى
نهر كسرى الذى جعل فوقه سدا عظيما ومقاما كريما وصرف فيه خراج العالم ولم ير مثله بنى آدم يبس فى تلك الليلة عينه
مثل قلب قاس لم تدمع عينه من الحيرة فى القدرة الالهية والخشية من العظمة السلطانية وفيه اشارة الى ان الجمادات
لها تغيرات بتغيير المغير الربانى وتاثيرات بتاثير المؤثر الصمدانى قال تعالى وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان
منها لما يهبط من خشية الله وقال تعالى قلنا يا نار كونى بردا وسلاما على ابراهيم وقال عز وجل تدمر كل شئ بامر
ربها فخسفنا به وبداره الارض وفى كله رد على الطبيعة التى يخالف الاصول الشرعية وفيه اشعار الى ان كل نهر من العلوم
العقلية المتضمنة للدقائق الفلسفية ليس لها وجود عند بحر علومه الشرعية وسوع معارفه الحقيقية

وَسَآءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا

وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِيْ

"ساء" احزنه و"ساوة" بلدة بعينها تابعة لهمدان فى تقديم الزمان وصارت فى ايام هارون الرشيد من اتباع
"قم" قريبا من كاشان و"غاض" بمعنى نقص وغار جاء لازما ومتعديا "بحيرة" تصغير البحر وقيل وهى عظيمة فتصغيرها
للتعظيم و"رد" على بناء المفعول و"واو" للعطف او الحال و"ورد" هو المشرف على ماء دخله او لم يدخله ويقال
للسابق ايضا والباء للملابسة ان كان الغيظ بالظاء الشالة وللسببية على رواية بالضاد بمعنى النقص وهو
متعلق "برد" او "بالغيظ" او "بالوارد" و"ظمى" فعل ماض من الظماء بالهمزة وهو العطش فلما سكن الهمزة وقفا ابدل
ياء وما وقع فى بعض النسخ من حذف الياء فهو سهو وسبق قلم والمعنى حزن اهل ساوة وكانت حواليها صوامع
لليهود وكنائس للنصارى وجاء معتبرة ومنتزهات مشتهرة بخبر نقصان بحيرتها ماءها او انتقاص ماء فى ليلة
الميلاد على المعتاد ورجع قاصد ماءها وطالب ماءها بالقهر والغضب او سبب النقص والتعجب حين عطش ورجع
عطشان وعلى نفسه غضبان وفيه ايماء ان بحر اهل العذاب انما هو كسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماء
بخلاف الكوثر الذى اعطى خير البشر صلى الله عليه وسلم فانه من شرب منه شربة لا يظماء ابدا وفى نسخة "غارت"
بدل "غاضت" وهو اظهر فى المعنى وادل على المدعى ويندفع وهم النقصان بقوله رد الوارد السابق فكيف با
للاحق واكد دفعه ايضا بقوله

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ　　حُزْنًا وَبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

"الضرم" بفتحتين انصباب الدر "والالف واللام" في "الماء والنار" للعهد اى نار فارس وماء بحيرة وقيل للجنس والاول اظهر والمعنى الذى كان بالماء من بلل كانه حصل بالنار لاجل الحزن على زوال الكفر والكفار فكانها تبكى على اضمحلال الكفر وجلاء عبدتها وتحرى على مفارقه احبتها وكانّ بالماء وصل الذى كان بالنار من شعلة الالتهاب حزنا على مفارقة الاصحاب والاحباب فكانه تحترق وجد الفقدان شاربتها تاسفا واذهاب منزهاتها تلهفا

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَمِنْ كَلِمِ

"والجن" ماخوذ من جنة اذا ستره سمواية لاستتارهم عن اعين الناس "وهتف" اى صاح وافهم الكلام من حيث لا يراه السامع يعنى وطائفة الجن ايضا اعلموا بولادته صلى الله عليه وسلم واخبروا بحلول رسالته والانوار فى زمان ظهور ذالك النور ظهرت على الانام بحيث اضاءت قصور الروم والشام والحق اى امر نبوته صلى الله عليه وسلم يظهر من معنى قارن ولادته وهو الاضائة "ومن كلم" نطقت به الجن لارادة الاشاعة روى انه سمع الناس من جبل ابى قيس والحجون عند ولادة ذلك الدر المكنون اصوات الجن فى مدح امه امنة ولم يروا منهم احدا ؎ لقد ولد خير البرية احمدا - ونقل ام عثمان بن ابى العاص انها قالت كنت حضرت ليلة الميلاد فرئيت الانوار ساطعة على جميع العباد والبلاد وقالت صفية بن عبد المطلب رئيت نورا على نور السراج غالب وقيل المراد من هتف الجن اخبارهم للكهنة انه سيولد صاحب النبوة ومن الانوار الساطعة الواضحة الزاهرة حيا ابائه واجداده اللائحة وقيل تظهر حقيقة من صورته ومعناه او من ظاهره وباطنه او من الامور المعقولة والمحسوسة او من معانى القرآن والفاظ الفرقان

عَمُوا وَصَمُّوا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
يُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

الضمير فى "عموا وصموا" بفتح الصاد الى اهل العناد والدال قرينة الحال لان ذكر الحبيب يدل على العدو والاشياء تبين باضدادها "والاعلان" بالكسر مصدر "اعلن" وبالفتح علن بمعنى علانية "والبشائر" جمع "البشيرة" وهى المسرة وقيل جمع البشارة بكسر الباء وهى الخبر الموحش بسرور البشرة ولم يسمع روى بالتذكير والتانيث "والبارقة" مصدر بمعنى البرق كالكاذبة فى قوله تعالى ليس لوقعتها كاذبة وقيل اسم فاعل وهى السيف ويراد بها

الانذارات اللامعة "والانذار" اعلام فيه تخويف ونصيحة "وشام البرق" نظر اليه والمعنى عمى الكفار عن رؤية الانوار لم ينذروا الى انذاراتهم المرئية الضياء واللمعان وصموا عن الاخبار والاثار فلم يسمعوا بشارة النبوة الواقعة على وجه الاعلان قال الشاعر ؎

لقد اسمعت لو ناديت حيا ÷ وكذلك لا حيوة لمن لا تنادى

والحاصل انهم ما انتفعوا ببشارة البشيرة ولا انتذروا بنارة النذير لا من الآيات ولا من المعجزات المرئية ولا من الدلالات والحكايات السمعية ولا من رؤية الانوار فى ليلة ولادته صلى الله عليه وسلم ولا من اخبار الجن بظهور رسالته صلى الله عليه وسلم ولا من كسر قصر كسرى حين ابصروا ولا من قول الكهنة لهم حين اخبروا الكونهم صما عن سماع الحق وقبوله وعميا عن رؤية الحق ووصوله وفى البيت لف ونشر مشوش الاظهر انه عكس يتعلق ما بعده بما قبله لفظا ومعنى فيكون من قبيل يوم تبيض وجوه وتسود وجوه فاما الذين اسودت وجوههم الآية

مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

"الجار" تنازع فيه الفعلان المتقدمان "الكاهن" المخبر عن بعض الامور الغيبية بالسماء من بعض النطفة الجنية المسرقة من الملائكة السماوية وقد قال الله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله "والا عوجاج" فى الامور الحسية عدم الاستقامة الصورية وفى غير الحسية عدم الاستقامة المعنوية وقامت السوق اذا نفقت والمعنى صموا حين لم يسمعوا بشارة الانذار من بعد ما اخبر كاهنهم اقوامهم الكفار بان طريقتهم التى تدينوا بها وخرجوا عن طريقة الصواب الذى فطروا عليه بسببها لم يقم اعوجاجها ولم يحصل رواجها قال تعالى وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا وفيه ايماء الى انه اجمع المحق والمبطل على حقيقة نبوته وصدق رسالته صلى الله عليه وسلم فالاصرار على الانكار لاطفاء نور الابصار كذا قال الناظم بعده

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِى الْاُفْقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

"بعد" يروى بالجر والنصب "وما" مصدرية او موصولة "والافق" بسكون الفاء تخفف ضمها مفرد الافاق

وهی جوانب السماء و"الشهب" بضمتین جمع شهاب بمعنی الكواكب المضیئة ویطلق علی شعلة نار ساطعة و
الاصح انها منقلة من نار الكواكب ولیست نفس الكواكب لضمها قارة فی الفلك علی حالها وما ذلك الا لقبس
یؤخذ من النار وهی ثابتة كاملة غیر ناقصة و"الانقضاض" السقوط یقال انقض السهم سقط ویجوز
الحركات الثلث فی منقضة ونصب "وفق" بنزع الخافض او علی الحالیة ای حال كونها موافقة لما فی الارض والمعنی
عموا حین لم یروا الانوار والانذار الواضحة من بعد معاینتهم فی اطـراف السماء بعض الساقط اللائحة علی
وفق سقوط ما فی الارض من الاصنام الكالحة والحاصل انهم ما نفعهم الآیات الافاقیه من منعهم الاستراق السمعیة
ولا الآیات الانفسیة من كباب الاصنام علی الوجوه المقلوبیة فلم ینجع فیه كما لم ینفع لهم البیان والله المستعان
وعلیه التكلان

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ
مِّنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمٍ

"حتی" عاطفة او ابتدائیة متعلق لمنقضة و"غدا" بمعنی صار وقیل بمعنی ذهب معطوف علی "منقضة" كما فی
قوله فالق الاصباح وجعل اللیل سكنا و"منهزم" اسم غدا و"یقفوا" خبره "اثر" ظرف و"من الشیطن" صفة منهزم
و"عن طریق الوحی" وفی نسخة الحق (امكان "الوحی") متعلق "یقفوا" لتضمنه معنی یهرب كذا قیل وقیل متعلق "بغدا" و
الاظهر انه متعلق "بمنهزم" و"طریق الوحی" ابواب السماء یعنی وقت ظهور ولادته المیمونة وحین ولادته امه الاحنة المامون
انقض الشهب حتی صار الشیاطین المسترقون منهزمین هاربین عن ابواب السماء التی هی طریق وحی الانبیاء والمرسلین
علیهم السلام ویتبع كل منهزم منهم عقب منهزم آخر متتابعین والحاصل ان تتابع الشهب مع كثرة ظهر ایام ظهور النبی
صلی الله علیه وسلم ووقت ولادته ولم یكن للكفار عهد بمثل ذلك وان كان لهم فی الجملة انقضاضها رجوما الا وبعد ذلك
كما قال الله تعالی ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناها رجوما للشیطین واما قوله تعالی حكایة عنهم وانا لمسنا السماء
فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهبا وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الآن یجد له شهابا رصدا فالمراد به
بعد بعثه علیه السلام كذا حققه جلال الدین المحلی رفع الله تعالی محله العلی

كَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ ۔۔۔ اَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰی مِنْ رَّاحَتَیْهِ رُمِیْ

ضمیر "كانهم" للشیطین و"هربا" تمیز او حال بمعنی هاربین و"الابطال" جمع بطل بمعنی الشجاع و"ابرهة"

اسم رئیس اصحاب الفیل و"عسكر" بالرفع عطفا علی "ابطال" و"الراحة" بطن الكف الضمیر راجع الی النبی صلی الله علیه وسلم
وضمیر "رمی" راجع الی العسكر والمعنی كان الشیاطین حین یقذفون بالشهب من السماء الدنیا وهم هاربون الی الارض
السفلی كشجعان ابرهة حین شردوا مع اصحاب الفیل لما رمتهم الابابیل بحجارة من سجیل او كانهم عسكر بدر او حنین حیث
انهزموا حین رموا بالحصیا من كفیه الكریمتین وفی بناء رمی علی صیغة المجهول ایماء الی قوله تعالی "وما رمیت اذ رمیت
ولكن الله رمی" فالمصراع الاول اشارة الی قصة اصحاب الفیل اذ كان مولده عام الفیل لیلة الاثنین اثنی عشرة من
شهر ربیع الاول او سبب القصة ان ملك الیمن بنی كنیسة "بضعاء" لیصرف الحاج الیها فاحدث رجل من كنانة فیها ولطخ
بالقذرة قبلتها فحلف لیهدمن الكعبة فجاء بجیش كثیر وفیل عظیم مع افیال الی مكة فحین تهیئوا للدخول عسر علیهم
وولوا هاربین ورموا بحجارة من سجیل قیل كل حجر اصغر من الحمص واكبر من العدس یجیئ علی مغفرة العسكر ویخرج من دبره
الدابرین وهو قوله تعالی الم تر كیف فعل ربك باصحاب الفیل والمصراع الثانی اشارة الی غزوة بدر رواه البخاری والی غزوة
حنین رواه مسلم وهو من معجزاته علیه الصلوة والسلام فانه اخذ كفا من تراب وقال شاهت الوجوه وحثا فی وجوه
الكفار فلم یبق منهم عین احد الا وقد دخلها منه شیئ وقال عصام الدین المشهور انه كان كفا من الحصا والمفهوم
من البیت خلافه قلت تثنیة الراحتین باعتبار الواقعتین فی غزوتین وقد سبحت تلك الحصا فی كف المصطفی
حتی سمعه اصحاب اهل الصفا وهذه معجزة اخری اشار الیها الناظم حیث قال

نَبْذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِیْحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَاۗءِ مُلْتَقِمِ

"نبذا" مصدر من غیر لفظه والتقدیر نبذ نبذا به و"الباء" زائدة لتقویة لهل عمل المصدر والضمیر فی "به" الی
الحصی والتذكیر لانه اسم جنس وضمیر "ببطنهما" لراحتیه ففیه تجرید و"الباء" بمعنی "فی" و"نبذ المسبح" صفة
"نبذا" بتقدیر مضاف ای نبذا مثل نبذ المسبح او بدل منه وهو مضاف الی المفعول ای نبذ الله تعالی المسبح وهو یونس
علیه السلام و"الاحشاء" جمع الحشی وهو ما فی البطن و"الملتقم" الحوت یعنی رمی رمیا بالحصی من راحتیه الشریفتین
الكفیه الكریمتین بعد تسبیح عظیم حیث سمعه بعض اصحاب الكرام كما رمی یونس علیه السلام من بطن الحوت وقد قال
الله تعالی فالتقمه الحوت وهو ملیم فلولا انه كان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون فنبذناه بالعراء
وهو سقیم القصة تشبیه نبذ النبی صلی الله علیه وسلم بالحصی المسبح (صفت حصی) علی وجوه العسكر
فهرب منكسرا كنبذ الله تعالی یونس علیه السلام من بطن الحوت حیا فرجع متحیرا فی ان كل منهما خارق للعادة و

وكان نبذ المسيح كان سببا لنجاة وهداية بعض الكافرين وقال المحلى وكان الناظم وقف على دليل تسبيح للحصى مرمى به ولم يقف عليه من اعتراضه بالنفى فى ذلك او قصد التسبيح الثابت فى غير ذلك قال انس اخذ النبى صلى الله عليه وسلم كفا من الحصا فسبحن فى يده حتى سمعنا التسبيح ذكره صاحب الشفا وغيره وعلى هذا نقول الناظم بعد تسبيح اى بجنس الحصى فى موطن آخر انتهى لكن لا يظهر حينئذ وجه التعبير بالنبذ والتشبيه بنبذ المسيح

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِي إِلَيْهِ عَلَى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

"السجدة" الانخفاض نحو ذا يتم بوضع الراس على الارض ولذا يفسر بوضع افضل الاجزاء على اذل الاشياء والمراد الخضوع والانقياد والمعنى جاءت الاشجار لاجل دعوته واجابت وقت طلبه ومناداته حال كونها منقادة خاشعة على راسها واقفة وتمشى اليه صلى الله عليه وسلم خاضعة على ساق بلا قدم رافعة واضعة وفى البيت انواع من خوارق العادة الاولى فهم الخطاب من النبات التى انها ليست من ذوات الحيوة ثم مجيئها وتعداد الحركات والسكنات ثم قصدها اليه وتواضعها لديه صلى الله عليه وسلم ثم مشيها على ساق بلا قدم اما على راسها او انخفاضها وخضوعها وادبها قال عصام الدين المجموع انما حصل من شجرة واحدة على ما ورد فى التاريخ والاخبار فجمع الاشجار محمول على التكرار يعنى تكرار حركتها مع وجود وحدتها وغفل عما ذكره صاحب الشفا وغيره من اهل الوفاء فى شمائل المصطفى عليه التحية والثناء ان اعرابيا سأل النبى صلى الله عليه وسلم آية فقال له قل لتلك الشجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوك فمالت عن يمينها وشمالها وبين يديها وخلفها فقطعت عروقها ثم جاءت تجر عروقها فى الارض حتى وقفت بين يديه فقالت السلام عليك يا رسول الله قال الاعرابى فمرها فلترجع الى منبتها فاستوت فيه وروى عن جابر رضى الله تعالى عنه فى حديثه الطويل اخر الكتاب ذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقضى حاجته فنظر فلم ير شيئا يستتر به فاذا شجرتين بشاطئ الوادى فانطلق الى احدهما فاخذ بغصن من اغصانها وقال انقادى معى باذن الله تعالى فانقادت معه حتى اتى الشجرة الاخرى فاخذ بغصن من اغصانها وقال انقادى معى باذن الله تعالى فانقادت حتى اذا كان بالنصف مما بينهما فقال التئما على باذن الله فالتامتا ثم بعد القضاء حاجته افترقتا فقامت كل واحدة منهما على ساق.

كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ
فُرُوعُهَا مِنْ بَدِيعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

"ما" فى "انما" كافة "والسطر" الكتابة فاللام فى "لما" بمعنى الوقت "والفروع" الاغصان "والبديع" الغريب العجيب فعيل بمعنى المفعول والاضافة من اضافة الصفة الى الموصوف ومن بيان "لما" الموصولة والعائد محذوف اى كتبته "واللقم" بفتحتين وسط الطريق وقيل اللوح وقيل الاول اولى رواية ودراية "والباء" بمعنى "فى" واللقم تقليب القلم الذى هو اداة الكتابة ففيه نوع غرابة وهى من المحسنات البديعية وحاصل المعنى انه شبه آثار اغصان فى الارض المفيدة للعبرة للخواص الدال على اللفظ للمعانى للمتدبر

مِثْلَ الْغَمَامَةِ أَنَّى سَارَ سَائِرَةً
تَقِيهِ حَرَّ وَطِيسٍ لِلْهَجِيرِ حَمِي

"مثل" منصوب على انه صفة مصدر محذوف اى مجيئا مثل الغمامة بفتح الغين المعجمة ووهم عصام الدين حيث قال على وزن العمامة فانها بكسر المهملة كما فى القاموس وغيره وبالرفع خبر مبتدا محذوف اى هى يعنى الاشجار مثل الغمامة فى الانقياد اليه والقيام بوظائف الخدمة لديه صلى الله عليه وسلم او مجئ الاشجار مثل تظليل الغمامة على حذف المضاف و"انى" بمعنى من اين اى اى موضع الى اى موضع اى بمعنى كيف اى ماشيا او راكبا سريعا او بطيئا "والسائرة" بالرفع خبر المقدر اى هى سائرة "وتقيه" بمعنى تحفظ خبر ثان لمبتدا المقدر والاستيناف وبالنصب على انها حال كما بعدها اى تشبيه الغمامة حال كونها سائرة انى ساروا "الوطيس" التنور واراد تنور الهوى "وحمى" فعل ماض وسكون آخره عارض فى الوقت وهو صفة الوطيس يقال حمى الوطيس اذا اشتد الحر وكذا اذا اصعب الامر "والهجير" نصف النهار الحار والباء بمعنى "فى" كما فى بعض النسخ يعنى جاءت الاشجار ساجدة لديه وماشية اليه مثل مجئ الغمامة سائرة عليه حافظة له عن شدة حر النهار وظاهرة عند الاخيار والاغيار حيث سار النبى صلى الله عليه وسلم المختار فالاشجار تشرفت بخدمته والغمامة تشمخت وارتفعت بظلته فقد دانت له الاسافل والاعالى بعون الله تعالى الملك المتعالى قال المحلى تظليلها له صلى الله عليه وسلم وقع فى سفر عمه ابى طالب به فى ركب تاجرا الى الشام رواه الترمذى قال عصام الدين لو قال مثل الغمامة لما سار سائرة وقت حر وطيس للهجير حمى لكان اولى لان "انى" متضمنة لمعنى "ان" وهى تجعل مدخولها مستقبلا والحال ان المقام يقتضى الماضى وغاية ما يخطر فى البال فى دفع الاشكال ان يعتبر الاستقبال بالنظر الى ما قبل السير وهو اول زمان وجود الغمامة

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ إِنَّ لَهُ
مِنْ قَلْبِهِ نِسْبَةً مَبْرُورَةَ الْقَسَمِ

قيل القسم بغير الله تعالى جرى العادة والا فالشرع عده شركا ولهذا يقدر فى امثاله المضاف اى لفظة الرب
ويمكن ان يكون حكاية عن كلام الله تعالى ولله ان يقسم بما يشاء من مخلوقاته تعظيما البعض موجوداته كقوله
تعالى كلا والقمر والليل اذ ادبر والصبح اذا اسفر واغرب العصامى حيث قال القسم الذى يراد به تاكيد الحكم
ليس بمنهى عنه ولهذا فى المحاورات يقسم بالقمر ونحوه ومنع ان يكون للنهى عنه منقولا اقول وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم
انه قال من حلف بغير الله تعالى فقد اشرك رواه الامام الاحمد والترمذى والحاكم بسند صحيح وفى الصحيحين
عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله تعالى نهاكم ان تحلفوا باٰبائكم
من كان حالفا فليحلف بالله تعالى اوليصمت قال الطيبى وذلك لان الحلف تعظيم للمحلوف به والكعبة والملئكة والامام صفة التعظيم مختصة
بالله تعالى ويكره الحلف بغير اسماء الله تعالى سواء فى ذلك النبى صلى الله عليه وسلم والكعبة والامامة والحيوة
والروح "والقمر" يطلق على النير المنير بالليل بعد ما مضى ثلث ليال وقبله فيقال لها الهلال والضمير فى "له" وفى
"قلبه" له صلى الله عليه وسلم "مبرورة القسم" صفة للنسبة اى نسبة مصححة للقسم بحيث لو حلف حالف على
ثبوت تلك التشبيه كان بارا اوصادقا وقيل صفة يمينا دل عليها قسمت والمعنى ان للقمر المنشق مناسبة صريحة
ومشابهة صحيحة بقلبه الانور وصدره الاطهر بحيث يصدق الحالف بثبوت تلك النسبة كل من له ملكة
وجوه النسبة الانشقاق بلا ضرر والالتيام بلا اثر وان وحدة اية من اياته والاخرى معجزة من معجزاته
واما انشقاق القلب فقد روى مسلم عن انس رضى الله تعالى عنه ان جبرئيل عليه السلام اتاه وهو يلعب مع
الغلمان فاخذه وصرعه لشق صدره عن قلبه فاستخرج القلب واستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشيطان
ثم غسله فى طشت من ذهب بماء زمزم ثم لامه ثم اعاده فى مكانه قال انس كنت ارى اثر المخيط فى
صدره وفى الصحيحين عن ابى ذر رضى الله عنه فرج سقف بيتى وانا بمكة فنزل جبرئيل عليه السلام ففرج صدرى
ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطشت من ذهب ممتلئ حكمة وايمانا فافرغها فى صدرى ثم اطبقه ثم اخذ بيدى
فعرج بى الى السماء الحديث واما انشقاق القمر وان يروا اية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر وفى الصحيحين من
حديث انس رضى الله تعالى عنه ان اهل مكة سألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يريهم اية فاراهم انشقاق القمر
شقتين حتى راوا حراء بينهما انتهى وثبت ان القمر انشق مرتين وتقدم ان شق الصدر كان مرتين فصار النسبة بين القلب المنير والقمر المستنير نسبتين

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ

وَكُلُّ طَرْفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِ

اى ذكر ما جمعه غار من جبال مكة و"من" بيان "لما" والمراد من "الخير" الفضائل ومن "الكرم" الفواضل
او الافعال الجليلة والاخلاق الجميلة او الخصال المكتسبة والخلال المستوهبة وهو على حذف مضاف اى اهل
او الاطلاق من باب المبالغة كرجل عدل والمراد بهما الجامعان لهما من النبى صلى الله عليه وسلم والولى رضى الله تعالى عنه
او على طريق اللف والنشر المرتب فالخير المطلق خير البرية و"الكرم" يراد به افضل الامة وقد ثبت عن ابى هريرة رضى الله
تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لاحد عندنا يد الا وقد كافيناه ما خلا ابى بكر فان له عندنا يدا
ما يكافيه الله تعالى بها يوم القيمة وما نفعنى مال احد قط ما نفعنى مال ابى بكر و"كل طرف" اى بصر ونظر من الكفار
الدوار حول الغار متتبعين الاثار "عنه" اى عن النبى صلى الله عليه وسلم وافرده بالذكر لانه الاصل المتبوع او التقدير عنهما
كل واحد منهم "عمى" حيث لم يروهما وهو اما ماض وهو الاظهر فالياء اصلية او صفة فالياء اشباعية قال تعالى وتراهم
ينظرون اليك وهم لا يبصرون وقال شعر

ويوذى ضوء الشمس عين خفاش ؛ كما يضر ريح الورد

فى الصحيحين قال الصديق رضى الله تعالى عنه نظرت الى قدميه فوق رؤسنا فقلت يا رسول الله صلى الله
عليه وسلم لو ان احدهم نظر الى قدميه لابصرنا فقال ما ظنك باثنين الله ثالثهما وفى التنزيل الا تنصروه
فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا

فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيقُ لَمْ يَرِمَا

وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

"الصدق" مصدر بمعنى الصادق او الصدوق او ذو الصدق بمعنى الاعم او على طريق المبالغة كرجل عدل
يعنى الصادق المصدوق الذى انحصر فيه الصدق بل هو عين الصدق قار فى الغار فار من الكفار بامر الجبار
والصديق معه فى الغار والاسفار "والصديق" وهو كثير الصدق لا يفارق الصدق وهو الجزء الذى لا ينفك ثم
قيل "لم يريا" بفتح الياء وكسر الراء لم يبرحا ولم يزالا واصله بياء بعد الراء هى عين الفعل حذفت تبعا لحذفها
فى اسناده الى المفرد لالتقاء الساكنين والاصل فى استعمال مثله اثبات الياء على تحريك الميم لعدم اعتداد العارض
ويراد فى التنزيل فاستقيما فهذا الوجه وهو ان يكون الحذف لعدم اعتداد العارض اوجه من
الحمل على ضرورة الشعر لانه محل نظر فانه بسبيل من قبيل حذف القياس الحذف من ضرورة الشعر وايضا
يوجب الالتباس المشوش فى ارادة المعنى على الناس ونظيره انه ما قيل انه مجهول من "الروم" بمعنى الطلب

ومن الصائف انهما مطلوبان وليسا بمطلوبين بل انهما محبوبان ولكن كانوا اعين اعين الاعداء محجوبين وقيل انه مشتق من نور يعنى ما انتفخا من الغضب للادب مع حكم الرب وقيل ما انتفخا من الروم الذى الشى السميا فان الغار كان ماوى الحيات فيكون من خوارق العادات او قيل انه مفرد موكد بنون الخفيفة فبدلت الفا للوقف والتمير للصديق رضى الله تعالى عنه ويكون خبرا عنه حيث لسعت الحية رجله المباركة وارتفع عنه ببركة دعائه المكرم صلى الله عليه وسلم وفى بعض النسخ بصيغة المجهول من الروية وهو ظاهر المعنى لكن قال بعض الشارح انه من تصحيف الكتاب والله سبحانه تعالى اعلم بالصواب وهم "يقولون" اى الحال ان الكفار الواقفين على باب الغار عمى عن الابصار بعون الملك القهار ما بالغار اى ليس فيه "من ارم" بالفتح وكسر الراء اى احد و"من" مزيدة للمبالغة ناظرين الى جوم الحمام وبيضة حول الغار ونسج العنكبوت على فم الدار كما اشار اليه بقوله

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى

خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

"البرية" بتشديد الياء وبالهمزة اى الخلائق والمراد بخيرهم هو النبى صلى الله عليه وسلم سيد الانبياء وسند الانبياء الاولياء وقوله "لم تنسج" بكسر السين وضمها و"لم تحم" بضم الحاء من الحوم وهو الدوران حول الشى والتانيث فى الفعلين باعتبار الجنسين وقيل فى العنكبوت لما اشتهرت من ان النسج شغل الانثى كما ان البيض مختص بالحمامة والمعنى ان الكفار لعداوتهم بالنبى المختار حسبوا ان العنكبوت لم تنسج على باب الدار والحمام لم تحم حول الغار وظنوا ان ليس فى الدار . فرجعوا عن تتبع الاثار وقالوا لو كان احد فى الغار لما كان هذه الاثار حتى قال امية بن خلف حين قال بعضهم ندخل الغار اما ترون من نسج العنكبوت عليه ما ارى الا انه قبل ان يولد محمد صلى الله عليه هذه من اوضح الايات على كمال قدرة الله تعالى حيث وقاه الله تعالى من اعظم الاعداء باوهن البناء ومن اظهر العلامات على اعلاء قدر نبيه العلى وصفته الجلى حيث استخدم له الطير والحشرات كما اظهر له تسبيح الجمادات وتسخير النباتات ولقد احسن الناظم فى البيتين انواع المعجزات واصناف خوارق العادات قيل وحمام الحرم الان من نسل تلك الحمامة ونهى صلى الله عليه وسلم عن قتل العنكبوت بتلك الغامة

وِقَايَةُ اللهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ

مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأُطُمِ

"الاطم" بفتحتين جمع اطمة وهى الحصن اى حفظ الله تعالى الملك الجبار لنبيه المختار صلى الله عليه وسلم جعله مستغنيا عن الدروع والاسلحة المتعددة وعن الحصون العالية المرتفعة فان عنايته كافية ووقايته بديع مصنوعاته كما جعل الغار بمنزلة الحصن الحصين وصير نسج العنكبوت فى قوت الدرع المتين روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يحرس حتى نزلت هذه الاية والله يعصمك من الناس فاخرج راسه من القبة وقال ايها الناس انصرفوا فقد عصمنى ربى والمعنى ان العصمة اولا كانت بواسطة الحجاب ولما ارتفع الحجاب حفظ رب الارباب وفى البيت ايماء الى قوله تعالى وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم واشارة الى قوله عز وجل الا تنصروه فقد نصره الله الاية

مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيْمًا وَاسْتَجَرْتُ بِهِ

إِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِنْهُ لَمْ يُضَمِ

"السوم" اذاقة الشدة والمحنة ومنه قوله تعالى "يسومونكم سوء العذاب" وفى نسخة ما "ضامنى" من الضيم وهو الظلم والنسبة الى الدهر الذى هو الملك مطلق الزمان مجازية عرفية والاحسن ان يقدر مضاف اى خالق الدهر ومقلبه ومتصرفه و"ضيما" مفعول ثان على نسخة السين ومفعول مطلق على نسخة الضاد وفى نسخة "يوما" مقام "ضيما" منصوب على الظرفية و"استجرت" عطف على "سامنى" والاستجارة طلب الجوار وهو المهلة والخلاص وقيل الالتجاء والالتياذ وطلب المناص وقيل حال بتقدير قد وهو الاظهر والاستثناء مفرغ والضمير فى "به" راجع اليه صلى الله عليه وسلم و"نلت" بكسر النون من ناله ينال اذا وصل الى مراد وحصل مناه ومقصوده و"الجوار" بكسر الجيم المجاورة المحافظة والضمير فى "منه" لضيم المدلول عليه "بضام" ان اريد بالجوار الخلاص وبخير البرية ان اريد به طلب المناص و"لم يضم" مبنى للمفعول ثم هذا البيت وما بعده وقع فى بعض النسخ قبل قوله خدمته بمديح فى اخر القصيدة والمعنى اذا اذاقنى الله تعالى فى الزمان ضررا من الامور الاكوان فى وقت من الاوقات وساعة من الساعات والحال انى قد التجأت اليه واحلت الخلاص عليه الا وقد نلت منه خلاصا ووجدت به مناصا لم يغلب ولم يضم اوثم يخفر بل بحمه

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَدِهِ

إِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدَى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمِ

"المستلم" بفتح اللام اسم مكان او مفعول اى ما طلبت غنى انه يب بكفاية وعنى العقبى بالسلامة من احسانه وامتنانه الا

اخذت العطا وتلت المنى من خير مستلم منه وفى مطلوب عنه وحاصل البيتين ان دفع الضرر

الصورى والمعنوى وجلب النفع الدينى والدنيوى حاصل بالتمسك الى جنابه والواصل بالوقوف على عتبة بابه

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهُ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمْ

"لم ينم" بفتح النون وفى نسخة "متى" مكان "اذا" اى لا تنكر ايها المنكر ولا تستغرب ايها المغرب الوحى من

الربانى والنوم الصمدانى الحاصل من رؤيا فى المنام لان له صلى الله عليه وسلم قلبا عظيما وصدرا كريما اذا نامت عيناه

لم ينم قلبه فى الرؤيا و فى الصحيحين انه صلى الله عليه وسلم قال ان عينى تنامان ولا ينام قلبى

وَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِنْ نُبُوَّتِهِ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلَمِ

يقرء البيت باشباع ها "فيه" والضمير راجع الى حين البلوغ و"المحتلم" بفتح اللام مصدر ميمى بمعنى الاحتلام

كذا قيل والاظهر انه بكسر اللام بمعنى بالغ يعنى ذلك الوحى المعظم والحال المكرم كان فى ابتداء من نبوته

وفى بدء بدو رسالته صلى الله عليه وسلم وقد نبى على راس اربعين سنة وهو حد مبتدا النبوة فليس ينكر فى ذلك الزمان

وبلوغ ذلك الاوان حال بالغ مبلغ الرجال موصوفا باوصاف الكمال من دعوى الوحى فى المنام فانه من مقدمات ما وحى النبى

عليه الصلوة والسلام وفى شرح السيد ان من جملة ايام الوحى وهو ثلاثة و عشرون سنة كان ستة اشهر فى

المنام وبهذا انفسر قوله صلى الله عليه وسلم رؤيا المومن جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة

تَبَارَكَ اللهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ وَلَا نَبِيٌّ عَلَى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

"مكتسب ومتهم" صيغتا مجهول يعنى تكثر خيره ودام نفعه او تعالى و تعظم كبرياءه وهذا انشاء

للتعجب اى سبحانه ليس وحيه حاصل باكتساب الاعمال ولا بتحسين الاخلاق والاحوال بل محض موهبة و مجرد عطية ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء "والله اعلم حيث يجعل رسالته" ولا يوجد نبى ثبت نبوته وتحققت منهما

على ما ياتى من المغيبات واخبار امور الكائنات قال الله تعالى وما هو على الغيب بضنين على تقدير قراءة ظاء المشالة اى

بمتهم

كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

"كم" خبرية "والوصب" بفتحتين الالم والتعب وفى نسخة بكسر الصاد اى المريض وهو اصح "والراحة" الكف

او باطنه "والاطلاق" ضد التقييد "والارب" بفتحتين الحاجة وهو اظهر معنى "الربقة" بالكسر حبل له عقدة يشد

به البهائم "واللمم" بفتحتين صغار من الذنوب وطرف من الجنون لان الجنون نوع كثير من الالام وذى الاسقام حصلت

لهم الراحة من الالم والسقم ببركة راحته الاكرم وكفه الافخم صلى الله عليه وسلم وكم اطلقت ارباب الحاجات عن عقدة

من عقود السيات اما بالتوبة الماحية عن العقوبات واما بالشفاعة الباعثة على رفعة الدرجات او كم ارسلت ارباب الجنون

الظاهرى او الباطنى من عروق جنونهم وعن ظلمة لنونهم وجعلهم مجازين متوجهين الى المحاريب روى ان امرأة

اتت النبى صلى الله عليه وسلم بابن لها به جنون فمسح بيده المباركة صدره فثعى ثعة بالمثلثة والمهملة اى قاء فيه

فخرج من جوفه مثل الجرو الاسد وكان فى كف "شرجيل" الجعفى سعلة بكسر السين اى زيادة لحم تمنعه من القبض

على السيف وعلى عنان الدابة فمس النبى صلى الله عليه وسلم بيده المباركة فذهبت ولم يبق لها اثر ذكره

صاحب الشفاء وغيره مع وقائع كثيرة

وَاَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ
حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِي الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

فى القاموس محركة بياض يصعده سواد كالشهبة بالضم وسنة شهباء لاخضرة فيها او لا مطر "والغرة"

بالضم بياض فى الجبهة "والاعصر" جمع عصر وهو الزمان "والدهم" بضمتين جمع ادهم وهو الاسود ونسبة الاحياء

الى الدعوة مجازية سببية يعنى احيت دعوته المباركة بالسقيا السنة التى كانت ميتة ويابسة رصها

نقصة المطر قال تعالى وجعلنا من الماء كل شئ حى اى سنة القحط التى هى شهباء لغلبة بياض الارض فيها بعدم نبات على سوادها بالنبات فهى بالنسبة الى البياض ميتة احيتها وفيه اشارة الى ان الرزق قد يتبدل لكن لا يعدم بكلية الى ان شابهت تلك السنة بياضا واضحا فى جبينها وضياء لا محا فى اول حينها مستعارة من غرة الفرس فى الازمنة السود لشدة خضرة الزرع فيها يعنى تلك السنة اخصب منها حتى كانها غرة فيها وغرة كل شئ احسنه وايمنه وقيل المراد "باعصر الدهر" ازمنة القحط والغلاء

بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا

سَيْبًا مِنَ الْيَمِّ اَوْسَيْلًا مِنَ الْعَرِمِ

"العارض" السحاب "والبا" متعلق "باحيت" او "دعوته" او "حكت" و"جاد" من الجود بالضم "واو" بمعنى "الى ان" "خلت" بكسر الخاء من الخيال وهو الظن والحسبان "والبطاح" جمع ابطح او بطحاء وهو الوادى المتسع المشتمل على البطحاء وهو الحصباء "وضمير" "بها" راجع الى السنة الشهباء "وسيبا" اى عطاء او ماء جاريا وهو منصوب على انه مفعول ثان لخلت وروى بالرفع على انه مبتدء و"بها" خبره والجملة فى محل النصب مفعول ثان له ومعنى احيت دعوته الارض الميتة لسبب لعروض سحاب اكثر المطر او جاء بالمطر الى ان خلت ايها المخاطب وحسبت الاودية المتسعة فى تلك السنة عطاء وافيا وماء جاريا من البحر لكثرتها او سيلا ساريا من الوادى المنكسر سده لقوته وفيه تنبيه على

ان لدعوته صلى الله عليه وسلم تاثير فى ملكوت سمائه وارضه

روى الشيخان عن انس رضى الله تعالى عنه ان رجلا دخل المسجد يوم الجمعة ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هلكت الاموال وانقطعت السبل فادع الله تعالى يغيثنا فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه فقال اللهم اغثنا ثلاثا ولا يرى فى السماء من سحاب ولا قزعة فطلعت سحابة ثم امطرت والله ما رأينا الشمس سبتا ثم دخل من الجمعة المقبلة ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هلكت الاموال وانقطعت السبل فادع الله ان يمسكها عنا فرفع يديه ثم قال صلى الله عليه وسلم اللهم حوالينا ولا علينا فاقلعت وخرجنا نمشى وسئل انس رضى الله تعالى عنه هو الرجل الاول فقال لا ادرى وقوله عليه السلام "سبتا" بموحدة بين السين والتاء اى قطعة من الزمان وفى رواية البخارى "فازلنا نمطر الى الجمعة المقبلة" "والقزعة" بفتح القاف والزاء قطعة سحاب وكذا ذكره المحلى

والانسب بالرواية الاخيرة للبخارى ان يفسر "السبت" بالاسبوع من السبت الى السبت كما ذكره صاحب النهاية ثم قال وقيل اراد مدة من الزمان قليلة كانت او كثيرة

دَعْنِىْ وَوَصْفِىْ آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ

ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰى لَيْلًا عَلٰى عَلَمِ

"القرى" بكسر القاف الضيافة "والعلم" بفتحتين الجبل ويقرء البيت بفتح الياء الاضافة فى "وصفى" "والواو" بمعنى مع فى "ووصفى" لان عطفه على الضمير المنصوب يخل بالمقصود والمعنى اتركنى ايها الناصح لى بالاختصار فى الكلام لانه يتحير الى الملال والسام فى ان ذكر الحبيب لا يشبع منه اللبيب فخلنى مع وصفى له صلى الله عليه وسلم بآيات بينات وعلامات واضحات ومعجزات لائحات ظهرت ظهورا بينا فى الآفاق فى وقت ظلمة الجهل بمحاسن الاخلاق مثل شعاع نار الضيافة على رؤس الجبل للعلامة فى الليل الذى هو دهى للدليل لحصول المحتاجين ووصول المشتاقين من المسافرين والمجاورين والحاصل ان الآيات القرآنية والدلالات الفرقانية ظهرت وقت شدة الاحتياج اليها بنعت علو لا يمكن الارتفاع عليها

فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَهُوَ مُنْتَظِمٌ

وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

"حسنا" "وقدرا" تميزان "وينقص" روى معلوما ومجهولا "وغير منتظم" حال "والفا" للتعليل يعنى ان اوصاف جماله واسباب كماله فى غاية من الاشتهار كما ورد فى الاخبار والآثار وانما نظمت بعضها فى سلك النظم لانه اضبط واحفظ واقرب الى الفهم كما ان الدر وهو اللؤلؤ المعلوم يزيد حسنه فى حالة المنظوم ولا ينقص قدره حال كونه منثورا عند ارباب العلوم

فَمَا تَطَاوُلُ آمَالِ الْمَدِيْحِ اِلٰى

مَا فِيْهِ مِنْ كَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

"تطاول" اليه اى مدعنقه مريد الاطلاع عليه و"الآمال" جمع امل وهو الرجاء وهو مضاف الى المديح وهو اسم لما يمدح به وقيل بمعنى الممدوح واللام للعهد او الاستغراق وهو اولى وفى نسخة "امالى" بيا المتكلم ونصب المديح بنزع الخافض والاخلاق الكريمة الخصال الكسبية او الطبعية والشيم المرضية هى الاحوال الوهبية قيل "ما" الاولى استفهامية بمعنى النفى ولا بد من تقدير اى فان تطاول امالى بالمديح الى صفاته الحسنة لا اصل الى بيان جميعها وان طال عمرى الف سنة وقيل "ما" نافية والفا للتعليل وقيل "ما" موصولة والفا للعطف على وصفى وحاصل المعنى انى اشتغلت من الاشتغال عن وصف حالاته اى وصف اياته ومعجزاته لان الآمال لا تتطاول الى اوصافه البهية واخلاقه السنية فاردت ان اتشرف بوصف الآيات البينات واترشح من بحر لطائفها برشحات فائضة فما لا يدرك كله لا يترك كله ودرك بعض الخير خير من ترك الكل

آيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ

قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

"ايات" مرفوع على انه خبر مبتدا و"من الرحمان" صفة حق والخبر "محدثة" و"قديمة" او على انه خبر مبتدء محذوف اى هى يعنى الايات الموصوفة والباقى اخبار مترادفة او صفات متلاصقة واما مصوب على انه عطف بيان "للايات" فى قوله "دعنى ووصفى ايات" او عنى المديح وكذلك محدثة وقديمة وصفة الموصوف وفى نسخة "محكمة" بدل "محدثة" ثم لفظ "الحق" صفة مشبهة اى ايات ثابتة وصادقة وصفة الموصوف خبر مبتدء محذوف وهو هى اى هذه الآيات والمعنى ان ايات القرآنية والكلمات القرانية ايات ثابتة ومعجزات صادقة ونازلة من الرحمن بمقتضى الرحمة على افراد الانسان قال تعالى الرحمن علم القرآن خلق الانسن علمه البيان هى محدثة اى نزولها قديمة وجودها وحصولها او محدثة لفظا قديمة معنى وهى صفة الموصوف بالقدم فلا يجرى عليها سمة العدم وفيه رد على المعتزلة حيث قالوا بحدوث كلام الله تعالى القديم وعلى الحنابلة حيث قالوا بقدم الفاظه بل تفوهوا بقدم كتابته ومداده واوراقه وهو فى غاية من السخافة والظاهر بطلانه على طريق البداهة لمن لم يكن من اهل البلاهة فاهل التحقيق فى المسئلة على مذهبين احدهما ان القرآن هو الكلام النفسى واطلاقه على المركب من الاصوات والحروف مجاز وهو مذهب قدماء المشائخ ولهذا عرفوه بانه صفة تجلت فى مظهر الحروف والاصوات فباعتبار المظهر حادث وباعتبار صفة المظهر قديم وثانيهما انه يطلق عليهما بالاشتراك وهو بمعنى الاول قديم وبالمعنى الثانى حادث وهذا هو المشهور وهو المذهب المنصور وتمام التفصيل يفضى الى التطويل

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهْيَ تُخْبِرُنَا

عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ اِرَمِ

يعنى لم تقترن الايات القديمة والبينات الكريمة بزمان من الازمنة ولا حال من الاحوال يعنى من الماضى والحال والاستقبال لانه يلزم من الاقتران اما حدوث الايات او قدم الزمان وهما خلاف ذوق اهل العرفان والحال انها تخبرنا عن الامور المعاد وهو عود الخلق بعد موته يوم التلاق والتناد وعن الامور المبادى وهو المراد بقوله عن عاد ونحو قصة عاد الاولى وهى قوم هود عليه السلام وعن الثانية وهى عاد ارم وامثالهم من نحو قوم نوح وثمود والمقصود ان الماضوية والاستقبالية المفهومة من المعانى القرانية انما هى بالاضافة الينا والا فالكلام النفسى مبرا عن الحدوث كما هو مقرر لدينا وايضا ان الايات كما لها بالفاظها معجزة كذلك باعتبار معانيها من حيث الاخبار عن الامور الكائنة فى الازمنة

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ

مِّنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَآءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

ضمير "جاءت" راجع الى "كل معجزة" وهو اكتسب التانيث من المضاف اليه يعنى دامت واستمرت الايات القرآنية والمعجزات الفرقانية فصارت فائقة بسبب وصف القدم واخبار معاد وعاد وارم وعدم عروض النسخ والتبديل الذى فى حكم العدم على معجزة حاصلة من النبيين ولو من نبينا صلى الله عليه وسلم اذ جاءت وحديث المعجزة فلا يكون قديمة بصفة موصوفة ولم تدم فان معجزة كل نبى ينقضى بموته وقال تعالى انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون اى من التغيير والتبديل والنسخ والتحويل الحاصل ان الايات قديمة ثابتة ومعجزة دائمة بخلاف غيرها من المعجزات

مُحَكَّمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ

لِّذِيْ شِقَاقٍ وَّلَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمِ

"يبقين" بضم الياء ويبغين بفتحها و"شبه" جمع شبهة وهى باطلة يشبه الحق او يريد مشقة الاخرة و"الحكم"

بفتحتين وهو الحكم وقيل بكسر وفتح جمع حكمة و"محكمات" بالتشديد مبالغة محكمات ويؤيده رواية ومحكمات بالواو مع التخفيف ومنه قوله تعالى كتاب احكمت اياته او التقدير من الايات فيكون اشارة الى قوله تعالى هو الذى انزل عليك الكتاب منه ايات محكمت هن ام الكتاب واخر متشابهات وهذا المعنى اوفق وبالبيان الصق والمعنى ان الايات جعله الله تعالى محكمة لا تنسخ ولا تبدل اوجعلها مشتملا على حكم ومثل اوجعلها ذات حكم فيحكم على كل مجمل اوحاكمة على غيره من الكتب السماوية والسنن النبوية والاقسية العقلية والاتفاقات الاجماعية اوتدل على الحق والباطل اوتحكم بالحرمة والحل فمايبقين ولا يحلين تلك الايات شبهة من الشبهات الذى خالف للحق من الخلافيات ولا يبغين وفى نسخة "مايبغين" ولا يطلبن حاكما يحكم بغيرها عليها الظهور براهينها اوحكما زائدة يحتاج اليها لوضوح قوانينها

مَاحُورِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَى الْاَعَادِىْ اِلَيْهَا مُلْقِىَ السَّلَمِ

"حوربت" مجهول من المحاربة بمعنى المعارضة و"الحرب" بفتحتين "الشدة" وقيل انه لغة فى الحرب و"السلم" بفتحتين الاستلام والانقياد الصلح "الاعادى" جمع الاعداء جمع العدو واعدى افعل تفضيل من العداوة يعنى ما عارض الايات احد قط الا وقد رجع عن معارضتها لاجل كمال بلاغتها وفصاحتها اكبر المعارضين واقوى المعاندين حال كونه ملقيا الة المعارضة وملغيا حالة المعاندة ومسلما لها ظهور المعجزة وخرق العادة ثم اعتراء الردعة للمعارضين وعجز معارضة المعاندين هل هو بعجز وجه عن مقدور البشر لاشتمالها على جزالة الالفاظ وحسن المعانى من كمال فصاحته وكونه اعلى طبقات البلاغة فيكون كاحياء الموتى وقلب الحصى وتسبيح الحصى اوبصرف همتهم وان للمعارضة كانت فى مقدورهم ففيه اختلاف ائمة اهل السنة والجمهور على الاول وعليه المعول والثانى مذهب الشيخ ابى الحسن الاشعرى وجماعة من اصحابه وقد رواه الشاطبى فى "الرامة" وعلى القولين تركت العرب المعارضة بما هو مقدورهم اوما هو من جنس مقدورهم لعجزهم عن الاتيان بمثله والا لما رضوا فى البلاء والجلاء والسباء والاذلال والتقريع والتوبيخ وسلب النفوس والاموال وقد اخبر الله تعالى عن تلك الاحوال بقوله وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صدقين فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة اعدت للكفرين

رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِىْ عَنِ الْحُرَمِ

"البلاغة" "مطابقة الكلام لمقتضى الحال وهو امر يوجب ان يتكلم المتكلم بكيفية مخصوصة و"عارض" الشئ قابله وساواه اياه و"الحرم" جمع الحرمة كغرف جمع غرفة وهى مايكون فى حريم الرجل وفى المصراع الاول ايماء الى قول الجمهور وفى الثانى اشعار الى قول غير ففيه دلالة على انه لامانع من القول بان هناك وجوه الاعجاز كما مقرر فى محله يعنى ردت ورفعت بلاغة الايات القرانية وفصاحة الكلمات الفرقانية دعوى معارضها فضلا عن ظهور معارضتها ووقوع مقابلتها مثل رد الموصوف بكمال الغيرة المنعوت بشدة الحمية يد الجانى وتصرف الخائن الباغى عن دخول حريم حرمة عن الوصول الى حصول حرمه

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِىْ مَدَدٍ
وَّفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِى الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

"فوق" معطوف على "كموج" صفة "لمعان" المرفوع بالابتدائية ونصبه لازم على الظرفية وان كانت مجازية ونحوه فى كلام الحكيم وفوق كل ذى علم عليم يعنى للايات البينات الموصوفات بالمعجزات مع قطع النظر عن فصاحتها وبلاغتها معان ثابتة كثيرة كموج البحر فى الازدياد وعدم النفاد كما قال الله تعالى لوكان البحر مدادا لكلمت ربى لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربى يعنى معانيها وبهذا يزول الاشكال القوى الوارد من جهة القبلية فى الايات كما حررناه فى حاشية الجلالين اوفى النصرة والامداد فان القران يفسر بعضه بعضا كما ان الموج يؤيد بعضه بعضا ولها معان واحكام حسنة وحكم مستحسنة فوق جواهر البحرين نحو اللؤلؤ والمرجان فى الحسن والقيمة عند ارباب البصيرة واصحاب الخبرة قد علم كل اناس مشربهم

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا
وَلَا تُسَامُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّامِ

"انفا" للنتيجة وفى نسخة "عجائبه" فالضمير للقرآن و"لا تسام" من السوم اى لا يقابل عجائبه و"على" بمعنى مع يرى ولا يقاس و"الاكثار" الاتيان بالكثيرة و"السام" بفتحتين السامة والملالة يعنى معانى الايات لا تدخل تحت العدو لا تضبط معانيها العجيبة فى حيز الحد وهى العبر والحكم والآداب والشيم والمواعظ والبراهين والعوارف والمعارف والترغيب والترهيب والوعد والوعيد والاحكام والامثال الى غير ذلك ولا تعرض الملالة بكثرة التلاوة هو المسك ما كررته يتضوع وفى الحديث ان لا يخلق عن كثرة الرد ولا تفنى عجائبه ولا تنقضى غرائبه ولا يشبع منه العلماء وفى هذا البيت اشارة الى تفوق حسن معانيها على جواهر البحر حيث يمل راغبها لوجود كثرتها وكثرة قيمتها

قرت بها عين قاريها فقلت له

لقد ظفرت بحبل الله فاعتصم

سكن همزة "قاريها" للنظم ابدلت بياء و"القرة" فى الاصل البرودة وهى اعز الاشياء عند العرب ولذا يتمنى قرة العين وبرد العيش يعنى فرح بها قاريها وزاد نور عينه بروئيتها حيث يتلذذ بتلاوتها فقلت له على جهة الرغبة او على طريق الغبطة والله لقد ظفرت بما يوصلك الى مرضاته ويرقيك الى درجات جنابه تعالى فاستمسك بالفاظها ومبانيها وتحقيق معالمها ومعانيها والعمل باوامرها ونواهيها

ان تتلها خيفة من حر نار لظى

اطفات حر لظى من وردها الشبم

"لظى" من اعلى جهنم او طبقة من طبقاتها وهى غير منصرف وما قيل من ان التنوين للضرورة فغفلة من معرفة الميزان اذ التنوين والالف متساويان فى الوزن و"لظى" الثانية وضعت موضع الضمير لئلا يلتبس اذ يحصل التشكيك وفى نسخة "حر لظى" بدل "نار لظى" والثانى انسب بالاطفاء الورد يطلق على ورد القرآن وعلى ورد الماء فاضافته الى الايات يؤيد الاول ووصفه "بالشبم" بفتح المعجمة وكسر الموحدة اى البارد يقوى الثانى فان حمل على الاول فمعنى "الشبم" هو الدافع للحرارة وان حمل على الثانى فتشبيه الايات به لانها سبب حياة الارواح كما انه موجب حياة الاشباح يعنى ان يقرء الايات القرآنية ويتبع الاحكام الفرقانية خوفا من حرارة النار متنزلا عن درجة

الاحرار والابرار اطفات حرها ودفعت ضرها من اجل ملازمة ورد القرآن الدافع لحرارة النيران وفيه اقتباس من الحديث الوارد انه اذا وقف المؤمن على الصراط يقول النار جز يا مومن فقد اطفات نورك لهبى

كانها الحوض تبيض الوجوه به

من العصاة وقد جاءوه كالحمم

عبر عن الماء بالحوض كانه محله فيكون مجازا بذكر المحل وارادة الحال او على حذف المضاف اى ماء الحوض وهو حوض الكوثر والمراد بالوجوه الذوات اذ بينها بالعصاة وشبهها بالحمم بضم المهملة وفتح الميم جمع حمة كهمة وهى الفحم يعنى تلاوت الايات القرآنية والعمل بالاحكام الصمدانية فى الدنيوية موجبة لبياض قلوب المؤمنين ولون صدور الموقنين بمنزلة حوض النبى صلى الله عليه وسلم فى الدار الآخرة حيث تبيض وجوه العصاة بالحوض والحال انهم جاءوه سواد كالفحم فى حديث الصحيحين فيخرجون منها فيلقون فى نهر الحيواة وفى رواية فيصب عليهم ماء الحيوة اى فيذهب السواد عنهم ويظهر البياض وكذلك الايات بقرائتها والعمل بها تبيض الوجوه كما قال تعالى يوم تبيض وجوه وتسود وجوه

وكالصراط وكالميزان معدلة

فالقسط من غيرها فى الناس لم يقم

يعنى الايات كالصراط فى انها يميز بين المحق والمبطل وكالميزان من جهة العدالة حيث انها تبين حق كل احد كما ينبغى وترفع الخصومة بالوجه الشرعية المقرون بالدليل العقلى فاذا كان كذلك فطلب العدل من غير الايات بين الناس لم يستقم ولم يثبت لان جميع احكام الشرعية راجعة اليها والسنة والاجماع والقياس كلها مبنية عليها.

لا تعجبن لحسود راح ينكرها

تجاهلا وهو عين الحاذق الفهم

"الحسود" بفتح الحاء مبالغة الحاسد وهو الذى لا يتعجب ولا يستغرب البتة من يبالغ فى الحسد على النبى صلى الله عليه وسلم كاليهود والنصارى وبعض المشركين حيث ذهب ينكر الايات البينات ويجحد المعجزات الواضحات تجاهلا اى اظهارا للجهل مع العلم بحقيقتها والمعرفة بحقيقتها والحال اذ هذا المنكر المتجاهل عين الماهرين وخير الفاهمين بما اشتملت الايات من انواع الدلالات على صدق الحاكى بها من الله تعالى فانكارها منه عناد له دعا اليه الحسد على نعمة النبوة ومنحة الرسالة كما قال عز وجل ام يحسدون الناس على ما اتيهم الله من فضله فلا عجب فى انكارها للحسد فان الموجود قد ينكر لامر كما فى قوله

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ

وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمِ

"السقم" بفتحتين المرض يعنى قد تنكر العين وجود نور الشمس من اجل علة بها وان شاهدت وحققت ضياءها وكذلك الايات ظهورها اظهر من الشمس ولكن الاعمى لا يبصرها والخفاش لا تدركها والرمد يستحسنها فلا يلزم من نقصان الرائى نقصان المرئى قال تعالى فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور وقد ينكر الفم طعم الماء اللذيذ المتعارف المعدود بانه حيات كل شئ من اجل علة سقم يمنعه عن ادراك لذته وكذلك الذين فى قلوبهم مرض من لا ينفعهم شفاء القرآن ولا يستلذون بطعم القرآن قال الله تعالى وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظلمين الا خسارا فهو كالنيل ماء للمحبوبين ودماء للمحجوبين يضل به كثيرا ويهدى به كثيرا

يَا خَيْرَ مَنْ يَمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهُ[1]

سَعْيًا وَفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

"يمم" قصد "العافون" جمع العافى وهو السائل "والساحة" العرصة و"سعيا" حال بمعنى ساعين "وفوق" عطف عليه بمعنى كائنين فوقها "والمتون" جمع المتن وهو الظهر "والاينق" بتقديم الياء على النون مقلوب "الانيق" اصله نوق فقدمت الواو ثم قلبت ياء والمزيد الخفة جمع الناقة "والرسم" بضمتين وهى الابل التى تؤثر الارض من شدة

[1] وفى خربوتى "كونه صلى الله عليه وسلم خير من يقصد اليه ارباب الحاجات يدل على كونه قاضيا لحاجاتهم ومعطيا لمقاصدهم" ١٢

الوطى والمعنى

يا سيد من قصد السائلون ساحة كرمه وتوجه الطالبون الى فضاء علمه وحكمه مسرعين على اقدامهم ومستعجلين على اقدامهم وراكبين فوق ظهر الناقات القوية كهيئة حجاج الكعبة العلية ياتوك رجالا وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق ليشهدوا منافع لهم دنيوية واخروية بمشاهدة بيت الله العتيق وفيه اشارة الى تعميم توجه انواع السائرين الى حضرته وقصد اصناف السالكين الى خدمته صلى الله عليه وسلم من القريب والبعيد فى مسافة الطريق والقوى والضعيف والضيق والفقير والغنى على المجاز والتحقيق

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ

وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

معطوف على المنادى "والاية" العلامة تصديق على الدليل يعتبر بها ويقيس منها من يريد ان يميز بين الحق والباطل "والنعمة" بمعنى المنعم به وفى المصراع الاول ايماء الى قوله تعالى وانك لتهدى الى صراط مستقيم ويوضحه البيت الاتى كفاك بالعلم فى الامى معجزة وفى المصراع الثانى ايماء الى قوله تعالى وما ارسلنك الا رحمة للعالمين وبه فسر صلى الله عليه وسلم قوله تعالى فكفرت بانعم الله "بصيغة الجمع لافادة المبالغة ومحصل معناه ان من تامل فى مبناه فى خلقه الخليق وخلقه الحقيق وتدبر فى جميل اثره وحميد سيره وبراعة علمه ورجاحة حلمه وجملة كماله وجلة خصاله لم يمتر فى صحة نبوته ولم يشك فى صدق دعوته فيغتنم جوده وما ظهر من علمه وجوده وتكرار النداء لاظهار الرغبة فى الاصغاء وجواب النداء

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا اِلٰى حَرَمٍ

كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِىْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

"سرى" لغة فى اسرى بمعنى سار فى الليل "وليلا" نصب على الظرفية وذكره للتاكيد وتنكيره للتقليل والمراد من "حرم" الاول مكة شرفها الله تعالى ومن الثانى المسجد الاقصى وليس له حرم فالمراد به مكان محترم و"داج" اسم فاعل من الدجو وهو شدة الظلمة صفة موصوف محذوف اى ليلا داج ومن

بيانية والظلم بضم وفتح جمع ظلمة يعنى سريت باسراء الله تعالى سيرًا عجيبا وسيرا غريبا كما اشار اليه
قوله تعالى سبحن الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام المحترم المكى فى ساعة قليلة من ليلة
جليلة الى المسجد الحرم المعظم القدسى كما دل عليه قوله عزوجل من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى
كسريان البدر وهو القمر فى اوان كمال ظهوره وعلو جماله نوره فى وقت الخفاء عن الاغيار تحت قباب الاستار
ووجه التشبه سرعة السير فى الوصول الى المقام وكمال الاضاءة فى شدة الظلام والمراد بالظلمة حينئذ
مع وجود البدر المبادر الى فهم بعض فضلاء زماننا انه يقتضى التناقض ويوجب التعارض هو الظلمة بالقوة
لولا نور البدر فى الطلعة على ان الليل لا يخلو عن نوع ظلمة مع حصول نور البدر فى الجملة كما اشار اليه سبحانه وتعالى
بقوله وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا اية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة وقيل ان سيره ورجوعه كان
فى ثلاث ساعات اواربع وهذا القدر من المعراج بجسمه وحال يقظته صلى الله عليه وسلم بالاجماع ومنكره
كافر بلا نزاع واما منكره فوقه وهو الذى يذكره بعده نيعد من اهل الابتداع

وبت ترقى الى ان نلت منزلة
من قاب قوسين لم تدرك ولم ترم

"بت" ماض مخاطب من البيتوتة وفى نسخة "ظلت" بفتح الظاء وكسرها اصله ظللت بمعنى صرت "وترقى"
بفتح القاف اى تصعد "ونلت" معروف من النيل بمعنى الوصول او مجهول من "النول" بمعنى العطاء والاول اظهر
وفى رواية اشهر "والقاب" القدروى بالجر على الاعراب والنصب على الحكاية وهو اقرب الى الصواب و
"من" بيانية "ولم تدرك" مجهول من الادراك "ولم ترم" من الروم وهو القصد يعنى كنت فى تلك الليلة
الخفيفة ترقى وتصعد فى المعراج الجليلة والمصاعد السنية باختراق السموت السبعية الى ان وصلت منزلة
ومرتبة بهية هى قدر قرب قوسين عند تلاقى الطرفين من رب الكونين وهو كناية عن كمال القرب و
والمراد قرب المكانة لا المكان لتنزهه تعالى من المكان والزمان او يقال من عرش الرحمن[1] او من مقام الوحى
على وجه الامتنان و ترك "او ادنى" بمعنى "بل اقرب" الى الملك الاعلى من ضرورة الشعر وفى الحكاية المتقدمة
اشعار بانه صلى الله عليه وسلم لم يدرك تلك المنزلة العلية بالمكاسب الاجتهادية من الفضائل العلمية

[1] لما قرب صلى الله عليه وسلم قال اللهم انت تفعل بامتى. قال الله تعالى من سألنى اعطيته ومن توكل علىّ كفيته وفى الدنيا استر على العصيان وفى الاخرة اشفعك
نيهم "ولولا ان الحبيب يحب معاتبة حبيبه لما حاسبت امتك" خريوتى و سيوطى — ١٢

والعملية وانما حصلت له بالمواهب اللدنية ولم تقصد ولم تطلب تلك المرتبة الجلية لغيره من الانبياء فضلا
لمن الاولياء واختلف فى هذه الترقى هل كان جسمانيا او روحانيا وهل راى ربه الكريم الجليل بعين البصر
او بعين البصيرة ومتى كان وكم كان وكيف كان من تفاصيل قصة المعراج يعرف من كتب السير لاهل
الاحتياج والمحتاج

وقدمتك جميع الانبياء بها
والرسل تقديم مخدوم على خدم

"الرسل" مجرور على الصحيح وهو بسكون السين مخفف المضموم جمع رسول وهو اخص من "النبى"
يعنى قدمتك جميع الانبياء وسائر الاصفياء بسبب تلك المنزلة العلية والمرتبة الجلية تقديما مثل تقديم المخدوم
على الخدام وتسليم المقتدين فى الاحوال بالامام واختلف ان الامامة فى المسجد الاقصى او فى السموت العلى وراد منه
من الجمع ايماء الى مقام الجمع فى عالم الملك والملكوت بتوفيق الحى الذى لا يموت

وانت تخترق السبع الطباق بهم
فى موكب كنت فيه صاحب العلم

والواو حالية "والخرق" المرور والعدول الى المضارع استحضارا للحال الماضية "والموكب" بكسر الكاف جماعة الفرسان
"والعلم" الراية ويقرء فيه بالاشباع يعنى وانت تقطع السموت السبع التى تطابق بعضها بعضا او بعضها فوق
بعض ماخوذا من قوله سبع سموات طباقا فى حال كونك مارًا بالانبياء او بارواحهم ففى مسلم انه مر فى السماء
الدنيا بآدم وفى الثانى بعيسى ويحيى وفى الثالثة بيوسف وفى الرابعة بادريس وفى الخامسة بهارون وفى السادسة بموسى
وفى السابعة بابراهيم عليهم التحية والسلام والاكرام فى جمع عظيم بهيئة عظيمة وهيئة كريمة اذ كان معه جبرئيل
عليه السلام ويعبر عنه بالجمع كقوله تعالى فنادته الملئكة فانه فسر بجبرئيل واقيم مقام الجمع من الكرام وقوم
من العظام كنت فيه اى فى ذلك الموكب صاحب العلم اى مشار اليه والمدار عليه "والعلم" الرمح فى راسه راية
ليكون على صاحب الملك علامة وآية وقد كان جبرئيل عليه السلام يستفتح فى كل سماء بتمجيد المجيد
المجيد فيقال له ومن معك فيقول محمد

حَتّىٰ إذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِمُسْتَبِقٍ

مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ

"حتى" غاية للاختراق و"اذا" ظرفية مجازية اى انت دخلت الباب وقطعت الحجاب الى ان لم تترك غاية للساع الى السبق من كمال القرب المطلق الى اجناب الحق ولا تركت موضع رقى وصعود وقيام وقعود لطالب رفعة مالم الوجود بل تجاوزت ذلك الى مقام قاب قوسين اوادنى فاوحى اليك ربك من الحكمة ما اوحى

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ

نُودِيتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

هذا البيان فى اختصاصه بالدنو المشار اليه بقوله اوادنى وبالمحبة الذاتية الالهية التى هى اعلى المقاما واغلى وقوله "خفضت" جواب اذا على شرطيتها وبدل من قوله لم تدع على تقدير ظرفيتها و"الخفض" حط رتبة وجعل شئ تحت شئ ومنه الخفض فى الاعراب و"الاضافة" الالصاق والنسبة و"اذ" متعلق بالاضافة والمعنى خفضت كل مقام ومرتبة من مقامات الانبياء عليهم السلام ومراتب الاصفياء ببركت اضافتك الى الحضرة العلية وبنسبتك الى المحبة البهية وبالاضافة الى مقامك الجلى اوبنسبة حالك العلى حين ناداك بالرفع الى مقام الاعلى المعتبر عنه بقوله قاب قوسين اوادنى مثل المفرد العلم فى التعظيم والمشار اليه المشهور بالتكريم فيما افرد به من بين افراد جنسه وتميز عن اقرانه بامداد النسبة ولايخفى ما فى البيت من الصيغ الايمائية الى الاصطلاحات النحوية من الخفض والرفع والاضافة والنداء والمفرد والعلم والمناسبا الجليــة

كَيْمَا تَفُوزَ بِوَصْلٍ اَيِّ مُسْتَتِرٍ

عَنِ الْعُيُونِ وَسِرٍّ اَيِّ مُكْتَتِمِ

علة غائية لقوله "سريت ربت" الى اخره وصلت ذلك المنتهى اى منزلة قاب قوسين او ادنى لتفوز بوصل من الله وقطع عما سواه اى مستتر من العيون اى عن عيون الخلق و"سر" اى بحصول سر عظيم من اسرار

المحبوب ومن اثار المطلوب "اى مكتتم" اى خفى عن اسرار الاغيار و"اى" فى الموضعين مجرور صفة لما قبلها دالة على معنى الكمال اى بوصل كامل فى الاستتار وسر كامل فى الاكتتام واللام مقدرة قبلها و"ما" زائدة على الوجهين قال الشيخ جلال الدين المحلى وهذا السر ماخوذ من حديث علمنى ربى ليلة الاسراء علوما شتى

فعلم اخذ على كتمانه وعلم خيرنى فيه وعلم امرنى ان ابلغه قال على رضى الله فكان يسر الى ابى بكر وعمر وعثمان والى ما خيرنى فيه [ا]

ذكره جمع من الشراح ولم اقف له على اصل فى كتب الحديث ولاينا فى مارواه البخارى عن ابى جحيفة قال قلت لعلى كرم الله تعالى وجهه هل عندكم شئ من الوحى ماليس فى القرآن قال لا والذى خلق الجنة وبرأ النسمة فيهما يعطيه الله رجلا فى القرآن وما فى هذه الصحيفة قلت وما فى هذه الصحيفة قال العقل وفكاك الاسير وان لا يقتل مسلم بكافر وفى البيت ايماء الى رويته لربه ومناجاته بربه واختلف فى انه راه بعينه اوبقلبه اوراى جبرئيل فى صورته وكذا فى مناجاته وانه يناجى ربه اوجبرئيل والاصل فيها قوله تعالى ما كذب الفواد ماراى وقوله تعالى فاوحى الى عبده ما اوحى على ما يبين فى التفاسير وليس المراد من القرب وصل القرب المكانى الوصل الصورى بل ظهور اعظم منزلته واشراق انوار معرفته ومشاهده اسرار غيبته وقدرته والتخلق باخلاقه وقصر النظر على مطالعة جماله وشهود كماله

فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ

وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

"حزت" و"جزت" كلاهما على وزن قلت والاول بالحاء المهملة من حاز جمعة والثانى بالجيم من جاوزه اى تجاوز عنه و"الفخار" بكسر الفاء ما يفتخر به من الفضائل والفواصل والشمائل اومصدر بمعنى المفاخرة و"غير" اما مجرور صفة لما بعده واما منصوب على انه صفة "كل" او على انه حال فى الموضعين من الفاعل و"المزدحم"

[ا] قال بعض اهل الحال لو بين كلمة من تلك الاسرار لجميع الاولين والاخرين لماتوا جميعا من ثقل ذلك الوارد الذى ورد من الحق على قلب عبده وتحمل ذلك المصطفى صلى الله عليه وسلم بقوة ربانية ملكوتية لاهوتية البسه الله تعالى اياها ولولا ذلك لم يتحمل ذرة منها انتهى خربوتى ١٢

والمشترك اسما مفعول بمعنى المصدر وقيل المراد من الفخار الغير المشترك مثل الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة والكوثر والشفاعة العظمى والمقام المحمود واللواء الممدود الى غير ذلك ومن المقام الغير المزدحم مقام المحبة وختم النبوة والمعراج والرسالة العامة وامثالها او المراد مقام العارفين الواصلين المسماة عندهم منازل السالكين والسائرين التى لا يمكن التعبير عنها ولا الاشارة اليها فمن احب

ان يدركها فليجاهد ليشاهد

فان الخبر ليس كالمعاينة والمقابلة كالمباينة وهذه الدرجة تنتهى بالفناء فى التوحيد والاستغراق فى بحر التفريد وقنا الله من حجاب الاين الى قباب العين

فَحَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ

وَعَزَّ إِدْرَاكُ مَا أُولِيتَ مِنْ نِعَمِ

"وليت" اى جعلت واليا "واوليت" اى "اعطيت" "والادراك" الاحاطة بالشئ ذاتا او صفة "والمقدار" ما يقدر به كيفية وكمية "والرتب" جمع الرتبة "والنعم" جمع النعمة قيل المصراع الاول اشارة الى قوله تعالى فاوحى الى عبده ما اوحى والثانى عبارة عن قوله تعالى لقد رأى من آيات ربه الكبرى وفى تفخيمهما ايماء الى ان الافهام تحيرت عن تفصيل تفسير ما اوحى والاحلام تاهت فى تبيين تعيين آيات الكبرى

بُشْرَى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا

مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

"بشرى" مصدر اريد ما يحصل به المسرة المغيرة للبشرة وهى الحالة البسطية والبهجة الصالحة ونصب "معشر الاسلام" على الاختصاص كما فى قوله صلى الله عليه وسلم نحن معشر الانبياء لا نورث وقيل هو هنا منادى "وان" بالكسر للتعليل والمراد من "العناية" الالطاف الخفية الازلية التى لا تورث السعادة

له فى قوله ما اوليت من نعم اشارة الى اعطائه تعالى له صلى الله عليه وسلم فيها علم الاولين والآخرين

خربوتى من روح البيان - ١٢

الجليلة الابدية "وركن" الشئ جزؤه الذى يستند اليه ومرجعه الذى يعتمد عليه والمعنى تباشير صبح السعادة والاقبال ومناشير البشر والبشارة والاجلال اشرقت لمعاشر الاسلام من اقوام العرب وجماعات الاعاجم حيث خصوا بركن ركين متين ودين ناسخ راسخ الى يوم الدين له

لَمَّا دَعَى اللّٰهُ دَاعِينَا لِطَاعَتِهِ

بِأَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

"دعى" بمعنى سمى والله فاعله "وداعينا" مفعوله وسكون الياء ضرورية وقد جاء فى غير الضرورة فى قولهم اعط القوس باريها "ولطاعته" متعلق لداعينا "واللام" بمعنى الى وضميره لله "وباكرم" متعلق بدعا "والرسل" بسكون السين لغة فى ضم جمع رسول وقيل داعينا بدل من الفاعل ولطاعته متعلق بدعا وكذا قوله باكرم الرسل لكونه واسطة بيننا وبين الله ومعنى قوله كنا اكرم الامم اى عند الله لان شرف الامة بشرف نبيها صلى الله عليه وسلم وفى التنزيل كنتم خير امة اخرجت اى انتم والناظم رحمه الله اشار اشارة خفية الى المفهوم من كون الامة موصوفا بنعت الخيرية ان يكون رسولهم منعوتا بنعت الاكرمية ولكن عكس القضية الاستدلالية اجلالا لمرتبة الرسالة العلية المصطفوية المرتضوية فان كوننا خير امة من نتائجه وجدوى متابعته وان تكريم التبع من تكريم المتبوع على مقتضى المعقول المشروع ولما فرغ من قضية المعراج وما يتعلق به من حصول الوصول وبلوغ المنى والمراد شرع فى بيان غزواته وشجاعة سراياه فى مجاهدة الجهاد ومكابدة الكباد لدفع اهل الكفر والعناد والزيغ والفساد فقال

رَاعَتْ قُلُوبَ الْعِدَى أَنْبَاءُ بِعْثَتِهِ

كَنَبْأَةٍ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْغَنَمِ

"الروع" بمعنى التخويف "والعدى" بكسر العين مقصورا اسم جمع للعدو "والانباء" جمع النبأ وهو

له من خصائص هذه الامة انهم يدخلون قبورهم بذنوبهم ويخرجون منها بلا ذنوب لانها تغفر لهم باستغفار المؤمنين لهم ١٢ من خربوتى

خبر الذى فيه شان "والبعثة" الرسالة "ونبأة" صوت الاسد "والاجفال" الارعاج عدوا واضرابا "والغفل" بضم المعجمة جمع غافل كنزنازل والمعنى خوفت اخبار نبوته وآثار رسالته قلوب اعداء الدين من الكفار والمشركين مثل صيحة الاسد افزعت الاغنام الغافلة حيث تنزعج وتفر بمجرد صوته بدون سطوته وقيد الغفلة لزيادة تاثير الهيبة وفيه اشارة الى حديث الصحيحين نصرت بالرعب مسيرة شهر وروى الطبرانى نصرت بالرعب شهرين والمراد فى شرح العمدة لابن الملقن وروينا ونصرت بالرعب شهرا امامى وشهرا خلفى ويقاس بذلك اليمين والشمال فيكون المراد بالاول شهرا من كل جهة

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِى كُلِّ مُعْتَرَكٍ

حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمِ

"يلقاهم" يقرأ باشباع الميم "والمعترك" على صيغة المفعول بمعنى المعركة "وحكاه" شابهه "والقنا" الرمح "والوضم" بفتح المعجمة خشبا يقطع القصاب اللحم فيضعه عليه ليرغب المشترى يعنى ما زال النبى صلى الله عليه وسلم جاهدا اعداء الاسلام فى كل معركة وملحمة ومقام حتى تركهم القتل على رؤس القنا مشابهين اللحم الموضوع على الخشب المعلق من السماء عبرة للناظرين ونزهة للمتفرجين وفى تشبيه الاصحاب بالقصاب وتشبيه الكفار بالغنم مبالغة فى كمال شجاعة احبائه ودلالة على جبن قلوب اعدائه

وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغْبِطُونَ بِهٖ

اَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

"الغبطة" ارادة نعمة مع عدم ارادة زوالها عن صاحبها "واشلاء" كاشياء جمع شِلو بكسر الشين وهو العضو وشالت بمعنى ارتفعت "والعقبان" بكسر العين جمع العقاب بالضم وهو والرخمة نوعان من الطير يقعان على الميت ياكلان منها ويحملان لفراخهما يعنى الكفار تمنى الفرار عن سيد الابرار وسند الاخيار الذى يتمنى خدمة الاحرار فقاربوا من كمال تفزعهم وضعف نجوفهم ان يتمنوا ان يحصل لهم ما حصل للاعضاء حيث ارتفعت بها الطيور الى الهوى ليخلصوا من جهاد سيد الانبياء واصحابه سادات الاولياء

تَمْضِى اللَّيَالِى وَلَا يَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا

مَا لَمْ تَكُنْ مِنْ لَيَالِى الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

اى تمرّ الليالى بايامها وتنقضى الاوقات باعلامها ولا يعلم الكفار عددها من شدة هموم اجتهادهم بمجاهدة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وحسن اعدادها ما لم تكن الليالى من ليالى الاشهر الحرم وهى رجب وذو القعدة وذو الحجة والمحرم فانهم يدرونها بامساك النبى صلى الله عليه وسلم القتال فى الشهر الحرام وفى العدول عن الاوقات والايام الى الليالى ايماء الى سوء حال اوقاتهم فان ظلمة الزمان وسواده كناية عن ذلك واشارة الى ان قتالهم فى الليالى التى مكان راحتهم وزمان استراحتهم كانت كذلك فكيف زمان ايامهم المشوشة عليهم بانواع الكدورات واصناف الضرورات

كَاَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ

بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ

"القرم" بفتح القاف وسكون الراء السيد وبكسر الراء شديد الاشتهاء الى اللحم اى انما الكفار وقعوا فيما وقعوا امن وهنهم لان دين الاسلام مثل فى اعينهم بتمثال سلطان نزل ضيفا فى ساحة دارهم مستوليا على خط بلادهم وديارهم ومعه من جنودهم كل سيد مطاع حريص لاكل الاعداء وسند شجاع مهيب فى عيون الاشقياء فلم يعلموا ما هو فقلقوا وتاهوا وفيه ايماء الى ان الدين يجب القيام بخدمته لوصوله والاغتنام بحضرته وحصوله والافله الانتقال الى قلوب ارباب الكمال وفيه اشعار بان الضجيج من الضيف واهل الارتحال ملة الكفار والجهال.

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ

تَرْمِىْ بِمَوْجٍ مِنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

"الجر" الجذب والقود "والخميس" جيش كثير له خمسة اركان مقدمة وساقة وقلب وميمنة وميسرة

والجيش يشبه فى المهابة والجريان والاهلاك واللمعان وتموج بعضه ببعض فى الميدان والهيجان وجراه العسكر من يرون فى الهيجان بحكمه ويصدرون عنها بامره "وفوق سابحة" صفة "بحر" اى طائفة جارية من الفرس والابل وكذا ترمى بموج والباء للتعدية كما فى قوله تعالى ترمى بشرر والضمير فى "ترمى" الى البحر "والخميس" لا الى السابحة كما توهم والموج ما يحصل من التلاطم والاضطراب "ومن" بيانية "وملتطم" صفة "موج" اى ضارب بعضه على بعض من شدة الهيجاء وقوته "والالتطام" هنا مضافة الابطال عند المسابقة واصطكاك اسلحتهم "والابطال" جمع بطل وهو الشجاع والمعنى مازال النبى صلى الله عليه وسلم يجر جند الخميسا مشبها ببحر يموج ويجرى على خيول رائقة ونوق خائضة فى ميدان المعارك ومضمار المهالك تقبل وتدبر فى اوانه ومكانه وتوصل وتحل فى زمانه وذلك البحر ترمى موجا متلاطما بتلاحق وهو الابطال الذى تتصادم وتتسابق وتتصاكك اسلحتهم وتتزحق

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ

يَسْطُو بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

يقال "ندبه" دعاه "ومنتدب" اجاب واما ما قال جلال الدين المحلى من انه بفتح اللام بمعنى مدعو فهو فى غير محله واغترب الشيخ زكريا حيث تبعه ولم يتعقبه ففى القاموس ندبه الى الامر كنصره دعاه وحثه ووجهه "وانتدب لله" من خرج فى سبيله اى اجيب الى غفرانه "والاحتساب" طلب الثواب والاجتهاد فى تحصيل النية وتحصيل الاخلاص والحسبة الاجر قيل "لله" متعلق بمحتسب والاظهر تعلقه "بمنتدب" لان الاختصاص مفهوم بنية الاحتساب بخلاف الانتداب ويحتمل التنازع "يسطوا" اى يصول "واستاصله" قلعه من اصله "واصطلمه" اهلكه "ومن كل" بدل من قوله من الابطال او بيان له وهو الاوجه فان هذا البيت مسوق لوصف تلك الابطال بالهمم العالية والمقاصد الغالية كما ان البيت الاول سوق لوصف الجيش بكسر العدو وغاية المسدود ونهاية المحمد اولئك الابطال المهرة فى ابطال اهل ضلال لهم كل مجيب لدعوة الحق بالرغبة الكاملة ومجتهد فى اخلاص النية بالحسبة الشاملة يصول ويحول بقوته وبقدرته تعالى يحول ملتبسا بمستاصل للكفر واهله ومصطلم للباطل من اصله ونسله من آيات القتال من سيف ورمح ونصل

حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُولَةَ الرَّحِمِ

"حتى" غاية "ليجر" "وهى بهم" حالية "موصولة الرحم" صفة موصوف محذوف اى ذات رحم موصولة "الرحم" وهى

خبر لغدت "الرحم" القرابة وصلة الرحم رعاية الاقارب بصلة او زيارة وزيادة او تعهد او تفقد ونحوها مما يلتمسون منه ورد صلوا ارحامكم ولو بالسلام "ومن بعد" متعلق "بغدت" والمعنى مازال النبى صلى الله عليه وسلم يجر الجيوش والرايات بخيف الخيول والمطايا حتى صارت ملة الاسلام والحال انها ملتبسة بهم لا يفارقهم فى شدة الفزع ولا كثرة الدفاع وبقيت ذات شوكة واعوان بعد كونها غريبة ذات عجز وهوان فالمراد من الغربة والوصلة لازمهما فى المقام اعنى الاهانة والاكرام وفيه ايماء الى قوله صلى الله عليه وسلم بدء الاسلام غريبا و سيعود كما بدا فطوبى للغرباء رواه مسلم وبدا بالهمزة اى جاء وظهر بين قوم لا يقومون به فهو مقطوع الرحم ثم قام به الصحابة رضى الله تعالى عنهم فوصلوا رحمه وشكروا نعمه

مَكْفُولَةً أَبَدًا مِنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ

وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

"مكفولة" خبر ثان او خبر مبتدا محذوف فهو هى ومعناها محفوظة فضمير "منهم" راجع الى الكفار او متكلفة فالضمير الى النبى صلى الله عليه وسلم المختار ويريد بالاب والبعل سيد المرسلين وبعده الخلفاء الراشدين وبعدهم العلماء المجتهدين والامراء المجاهدين يقال يتم الولد بكسر الفوقانية ييتم بفتحها اذا مات ابوه وهو نظير امة المراة تيئم كباعت تبيع اذا خلت من زوجها ومنه قوله تعالى وانكحوا الايامى منكم وقوله "ابدا" ايماء الى انها مصونة عن النسخ والتبديل والمعنى صارت ملة الاسلام محفوظة بكفالة الله تعالى من جهة النبى صلى الله عليه وسلم بان يجعلها دائما فى حضانة من لى مشفق وحماية قيم موفق بل هى ابدا منصورة باولى العلم اصحاب العدل والكرم والحلم مصونة بحماية الملك الجليل فنعم الكفيل والوكيل

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ

مَاذَا رَأَى مِنْهُمُ فِي كُلِّ مُصْطَدَمِ

"هم الجبال" تشبيه البليغ كما فى زيد الاسد ووجه التشبيه الثبات والتمكن والقرار من غير فرار والصلابة والعظمة والهيبة والمعدلة "والمصادمة" المقارعة "والمصطدم" مصدر او اسم مكان او زمان و "ماذا راى" بدل من ضمير "عنهم" "ومنهم" فى البيت يقرا بالاشباع "والفا" فى "سل" جواب شرط محذوف اى

ان لم تصدقني فسل عنهم مصادمهم فان مصادمهم الجبال ينكر ويهلك او يتاخر وينهزم في الحال فسل عنهم ماذا راوا من الرجال كالجبال من الثبات في شدة والصبر في المحنة والشكر في النعمة في كل معركة وزمان حركة وفي نسخة "مصادمهم" بفتح الميم اى مواضع حربهم و"ماذا راى" بصيغة الافراد اى كل واحدة من الامكنة وهو انسب بالبيت الاتي على طريق العطف التفسيري او من عطف الخاص على العام

فَسَلْ حُنَيْنًا وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا
فُصُولُ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

"حنين" واد بين مكة والطائف و"بدرا" موضع بين مكة والمدينة و"احد" جبل بقرب المدينة و"فصول" بدل او خبر محذوف اى اسئل اهل هذه الامكنة من الذى اطلعوا على وقائع تلك الازمنة حيث وجد فيها انواع هلاك للاعداء واصناف بلاء اشد اصابة من الوباء وتفصيل هذه الغزوات في كتب السير مسطور وفي بعض التفاسير مذكور فان ذكر الاحد غير مناسب لما وقع فيه من الهزيمة واجيب بان الشجاعة انما تعرف حال الكسر بالثبات والتحفظ واى شجاع اقوى من حالهم ان بعد الهزيمة تثبتوا حتى رجع الكفار خائبين الى بلادهم ولم يقدروا على الاستيصال بعون الملك المتعال والاحسن ان يقال ان المؤمنين غلبوهم اولا ثم لما تفرقوا الى الغنيمة وترك رماة المسلمين المراكز ومحل القرار رجع الكفار بعد الفرار ودخلوا من ورائهم فوقع ما وقع من قتالهم ومع هذا اثبتهم الله تعالى بالتحفظ من اعدائهم والتخلص من استيصالهم اولا واخرا وظاهرا وباطنا والحمد لله على ذلك

اَلْمُصْدِرِى الْبِيضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ
مِنَ الْعِدٰى كُلَّ مُسْوَدٍّ مِنَ اللِّمَمِ

"اصدره" عن المنهل اخرجه و"اورد" فيه ادخله و"ورد" فيه دخل و"ما" مصدرية و"المصدري" مضاف الى "البيض" ولهذا اسقط نونه وهو منصوب بتقدير "اعنى" او امدح و"البيض" السيوف المصقولة ويجوز نصبه كما في والمقيمي الصلوة وحذف النون تخفيف و"حمرا" حال من البيض اى ملطخة بالدماء و"من العدى" حال من "كل" و"من" للتبعيض وهو مفعول "وردت" و"من اللمم" بيان مسود و"اللمم" جمع لمة وهى الشعر

المرسلة الى المنكب والمراد منبتها وفيه ايماء الى ان الكفار المقتولين غالبهم شبابا

وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ
اَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

"الكاتبين" عطف على "المصدرى" اى الطاعنين "بسمر الخط" وهى الرماح جمع اسمر والخط شجرها وقيل موضع باليمامة يجلب اليه من الهند ماتركت اقلامهم اسلة رماحهم حرف جسم من الكفار اى طرفه غير منعجم اى بلا اثر و"غير" بالنصب صفة "لحرف" وبالجر صفة "لجسم" والجملة المنفية حال من سمر على رواية اقلامها اى غير تاركة اقلامهم ويحتمل ان يكون استينافية و"ما" موصولة مفعول "للكاتبين" والعائد الى "ما" محذوف ولا يخفى ما في طى البيتين من لطائف العبارة وظرائف الاشارة ومحل معناهما ان الاصحاب الذين هم اولوا الالباب بتوفيق رب الارباب يوردون السيوف في اعناق الاعداء مبيضة ويصدرونها بتلطخ دمائهم محمرة ويكتبون على اصفحات رقاع وجوههم منشور الخسارة باقلامهم الرماح الخطية المامونة عن الانكسار وما تركت هذه الاقلام طرف جسم منهم مهملة بلا نقطة ولا منبت شعر منهم مهملة بلا طعن

شَاكِى السِّلَاحِ لَهُمْ سِيْمَا تُمَيِّزُهُمْ
وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيْمَا مِنَ السَّلَمِ

"شاكى السلاح" صفة "المصدرى البيض" او بدل منه او حال عنه اى تامة وقيل حادية وهو اسم فاعل من "الشوكة" بعد القلب والسيما هى العلامة و"السلم" شجر يشبه شجر الورد يمتاز الورد عنه بحسن الخلقة وبهاء المنظر وطيب الرائحة وقيل شجر ذو شوكة يكون في البادية وقيل مطلق الشجر والمعنى هؤلاء الشجعان اصحاب الابرار باعداد الاسلحة وامداد القوة اشداء على الكفار رحماء بينهم بالتواضع والانكسار والكرم والايثار يمتازون في عين الاحياء من الاعداء بحسن السيماء كما يمتاز الشجر من الشجر والشجر من الثمر فهم ازهار حدائق الوجوه سيماهم في وجوههم من اثر السجود

تُهْدِى اِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ
فَتَحْسَبُ الْوَرْدَ فِى الْاَكْمَامِ كُلَّ كَمِى

يقرء البيت باشباع ضمة ميم "نشرهم" و"تحسب" بكسر السين وفتحها و"الاهداء" ارسال الهدى والمراد برياح النشر بركاته وثمراته وقد يراد بالرياح الدولات قال الشاعر

اذا هبت رياحك فاغتنمها ❊ فعقبى كل عاصفة سكون

والمراد بنشرهم اخبارهم الطيبة و"الاكمام" جمع كم بكسر الكاف وهو الغلاف و"الكمى" الشجاع وهو بتشديد الياء قيل خفف للضرورة قوله "فتحسب الزهر" من قبيل تشبيه المقلوب اى نحسب كل كمى في الدروع زهرا فى الاكمام وفيه ادعاء ان نشرهم اخذ المشام بحيث كلما وصل اليها رائحة طيبة تظنها نشرهم وقيل كل كمى مفعول اول لتحسب وما قبله الثانى والزهر فى اكمامه احسن منظرا واطيب رائحة منه فى الخارج

كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا

مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

"الربى" جمع ربوة بتثليث الراء وهى ما ارتفع من الارض و"نبتها" اثبت فى الارض نبت غيرها لطول عروقه حتى يصل الى الماء بخلاف نبت غيرها فى ظهورا ثبت من غيرهم لكن من شدة الحزم بكسر الشين وفتح الحاء اى من قوة الثبات ومراعات الاحتياط لا من "شدة الحزم" بفتح الشين وضم الحاء والزاء جمع حزام وهو ما يشتد به السرج وغيره على ظهر الدابة بالربط التام والاستحكام التمام

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا

فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

"فرقا" بفتحتين اى خوفا وفزعا وهو تميز من نسبة الطيران الى القلوب والبهم بفتح الباء وسكون الهاء جمع بهمة وهى السخلة ولد الغنم والبهم بضم ففتح جمع بهمة بضم فسكون بمعنى الشجاع والمعنى ان قلوب الاعداء اضطربت من اجل شدتهم فى الحرب فنزعت الى ان صارت لا تميز بين المذكورين ولا تفرق بين المسطورين لان نظرهم محصور على الظاهر ولا يفرقون بين القذر والطاهر واما المؤمنون فبنظرهم الدقيق المقرون بالمعنى الحقيق يميزون بين المحق والمبطل ويفرقون بين الحق والباطل قال الله تعالى وما يستوى البحران وان كان فى نظر الحيوان انهما مستويان هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج ومن لم يذق لم يعرف ومن يغترف يعترف

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللهِ نُصْرَتُهُ

إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَجِمِ

"النصرة" مصدر بمعنى المفعول و"الاسد" بضم الهمزة وسكون السين جمع اسد "الاجام" بالمد جمع اجمة وهى ارض كثير القصب و"يجم" بفتح الياء وكسر الجيم من وجم اى يسكن من حزن او يسكت منها والشرط الثانى وجوابه جواب الاول وليس هذا من توالى الشرطين المشهور تين ثانيهما حال من الاولى وان الجواب له نحو ان جئتنى ان تادبت اكرمتك اى ان جئتنى متادبا اكرمتك ولا بد من تقديم التاديب على المجئ ليتحقق مقارنته له ونحوه ولا ينفعكم نصحى ان اردت ان نصح لكم ان كان الله يريد ان يغويكم والمعنى

من يكن نصرته واعانته وقوته واغاثته على محاربة الاعداء بواسطة سيد الاحباء ان تلقه جميع افراد الاسد المشهور بالشجاعة والمهابة فى مجالسها المسماة بالغابة وهى فيها اجرء منها فى غيرها فى ايصال الكآبة يسكن على حاله ولا يتحرك خوفا منه فى ماله وفى هذا البيت اشعار

بما روى محى السنة فى شرح السنة عن ابن المنكدر ان سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم اخطأ الجيش بارض الروم واسر به فانطلق هاربا يلتمس الجيش فاذا هو بالاسد فقال يا ابا الحارث انا مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من امرى كيت وكيت فاقبل الاسد له بصبصة حتى قام الى جنبيه كلما اسمع صوتا اهوى اليه ثم اقبل يمشى الى جنبه حتى بلغ الجيش ثم رجع الاسد ذكره صاحب المشكوة فى باب الكرامات

وَلَنْ تَرَى مِنْ وَلِيٍّ غَيْرِ مُنْتَصِرٍ

بِهِ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرِ مُنْقَصِمِ

"من" فى الموضعين زائد وضمير "به" للرسول و"الانقصام" بالقاف هو الرواية وهو الانكسار فوق الانفصام بالفاء اعنى الانكسار مع البينونة و"غير" فى المحلين جار جره على الوصفية ونصبه على انه مفعول ثان "لترى" على ان يكون من روية القلب ورفعه على انه خبر مبتدا محذوف هو هو يعنى ولن تعلم وليا له صلى الله عليه وسلم غير منصور به ولا تبصر عدوا حال كونه غير مكسور ومقهور به

بل كل ولى منصور وكل عدو منكسر ۱

اَحَلَّ اُمَّتَهُ فِىْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِىْ اَجَمٖ

"الاحلال" انزال و"الاشبال" جمع بكسر الشين وهو ولد الاسد و"الاجم" بفتحتين جنس مغابة الاسد والواحد اجمة اى احل امته المرحومة فى حصن الملة المعصومة كما ان الاسد ينزل مع اولاده فى اجمة الماجوة وفيه ايماء الى ان الملة كالحصن للامة فمن التجى اليه سلم من الآفات ومن خرج عنها تعرض للبليات لما ورد فى حديث القدسى لا اله الا الله حصنى فمن دخل حصنى امن من عذابى وفى المصراع الثانى اشارة الى انه صلى الله عليه وسلم من كمال شفقته ومرحمته وتاديبه وتعظيمه لامته كالاب لهم قال الله تعالى النبى اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهاتهم وفى قراءة شاذة وهو اب لهم

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدِلٍ
فِيْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمٖ

"كم" خبرية و"جدلت" بالتشديد اوقعت على الجدالة وهى الوضع على وجه الارض و"فيه" يقرء بالاشباع

---

۱ وفى خربوتى "ان الاصحاب منصورون به صلى الله عليه وسلم فى كل الاوقات والاعداء مقهوراً - ومعلوم ان جميع الاولياء منصورون به صلى الله عليه وسلم - ولذا قال الولى الشيخ احمد الملثم لم تكن الاقطاب اقطاباً والاوتاد اوتاداً والابرار ابراراً الا بتعظيمهم له واجلالهم شريعته ...... وكل من يتكلم بما يتاذى به عليه الصلوة والسلام فهو عدو ولذا قال الحقى فى روح البيان حكى عن بعض الكبار انه قال كنت فى مجلس بعض الغافلين فتكلم الى ان قال لا مخلص لاحد عن الهوى ولو كان فلاناً اراد به النبى عليه السلام حيث قال حبب الى من دنياكم ثلاث - فقلت له اما تستحى من الله فانه عليه السلام ما قال احببت بل قال "حبب" فكيف يلام العبد على ما كان من الله كرامة ثم حصل لى هم وغم من استماع هذا الكلام فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام فقال لا تغتم فقد كفينا امره ثم سمعت انه خرج الى ضيعة له فقتل فى الطريق - نعوذ بالله عن التطاول على الانبياء وورثتهم من العلماء والاولياء انتهى - ۱۲

الضمير اليه صلى الله عليه وسلم و"خصم" اى غلب فى الخصومة من خاصمت زيدا فخصمته و"الجدل" و"الخصم" بكسر فيهما صفتا مبالغة وهما مفعولان و"من" زائدة فيهما والمعنى كثير من المرات قطعت وغلبت كلمات الله من الآيات البينات المبالغة فى المجادلة والمجاهدة فى المعارضة لاظهار نبوته واشعار رسالته صلى الله عليه وسلم ومن كرامات الزمن الحجج الواضحة والمعجزات الظاهرة المخاصمة غاية الخصومة والمعالجة

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِى الْاُمِّىِّ مُعْجِزَةً
فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِى الْيُتُمٖ

"الباء" زائدة كما فى قوله تعالى وكفى بالله شهيدا و"اللام" للجنس والمراد به الفرد الكامل "الامى" منسوب الى الام وهو من لم يدركه تربية الاب اوعلى وصف خرج من بطن امه بدون اكتساب قراءة وكتابة او منسوب الى امة العرب وهم قوم غالبهم عدم معرفة الكتابة والحساب و"التاديب" مصدر المجهول وهو معطوف على العلم و"اليتم" بضمتين مصدر جعل حينا فى المعنى وهو بمعنى "اليتيم" كالعدل بمعنى العادل وترك تنوين قوله "معجزة" بعد قوله "اليتم" للعلم بها مما قبل واراد بالمعجزة الخارق للعادة وان اعتبروا فيها مع ذلك اقترانا بالتحدى وهو دعوى الرسالة مع عدم المعارضة من الرسل اليهم والمعنى ان معجزاته كثيرة لا تحصى وخوارق عاداته شهيرة لا تخفى واذا نظرت بعين البصيرة والاهتداء وكحلت بصرك بنور التوفيق والاقتفاء رأيت ذاته الشريفة مع صفاته محل خوارق العادات الربانية ومظهر المعجزات السبحانية

حينئذ كفاك ايها الطالب بمعجزاته وحسبك ايها الراغب بخرق عاداته الدالة على كمال كرامات العلم والمشتمل على الاصول والفروع المختلط بالمعقول والمسموع ممن لم يتعلم من العلماء ولم يكتب مع الادباء فى زمان كثرة الجهل والسفهاء حيث صرف فيه شرع السابق وصرف الوحى اللاحق وكذا كفاك كونه مؤدبا بمكارم الخصال ومتادبا على وجه الكمال فى اوان يتمه وزمان حداثته واول خلقته وفطرته بلا وجود اكتساب رياضى بل بجود الهى فياضى بغض اليه الاوثان وكره اليه العصيان وحبب اليه الايمان وزين اليه العرفان ووصل الى مقام الاحسان وهذا معنى قوله صلى الله عليه وسلم ادبنى ربى فاحسن تاديبى وقال بعضهم حسبى ربى من كل.

خَدَمْتُهُ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ ... ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمٖ

"المديح" ما يمدح به وقيل انه مصدر و"الاستقالة" طلب العفو واراد بالشعر ههنا معناه المصدري
اى الاتيان بالكلام الموزون المقفى وكثيرا مايطلق على نفس ذلك الكلام فيمكن ان يقدر مضاف
اى مافى اسنته اله او تاليفه و"الخدم" بكسر الخاء جمع خادمة والمراد بها خدمة المخلوقين كما ان المراد بالشعر
الشعر المذموم وجملة "استقيل" صفة "لمديح" و"تي" حال من فاعل خدمته والمعنى اتشرف بخدمته صلى الله عليه وسلم
باستعانة مديح اطلب العفو من الله تعالى بسبب ذنوب مدة حيوة مضت بالاشتغال بالشعر فى مدح الناس
ومذمتهم وضاعت فى خدمة ارباب الدنيا لاغراض فاسدة فى صحبتهم

اذ قلداني ما تخشى عواقبه

كانني بهما هدى من النعم

"اذ" تعليلية لاستقيل والتقليد ربط العنق ويجئ بمعنى الالزام ويقرء البيت بفتح الياء من "قلداني"
و الضمير فى "بهما" راجع الى الشعر والخدمة مذمومين و"الهدى" مايهدى من النعم وهو الابل والبقر والغنم
للذبح فى الحرم ومن شانه ان يقلد اى يتعلق شئ فى عنقه ليعلم انه هدى فلا يتعرض له شئ ثم ينحر "من" بيانية
والمعنى لان فضول الشعر وحصول خدمته خلق الزمان علقا رقبتى الاثام والاوزار التى تخشى عواقبهما من
انواع العقاب فى عاقبة الدار وكانني عينت للهلاك بسببهما فانما اوقعانى فى معرض البتار

اطعت غي الصبا فى الحالتين وما

حصلت الا على الاثام والندم

اى اطعت ضلالة الصبا وجهالة الشباب الناشية عنهما فى حالتى استعمال الشعر واشتغال الخدمة
وتضييع العمر بهما والحال انا ما حصلت شيأ من جهتهما الا الوقوع على المعاصى والندامة والتحسر والتحزن
على ما وقع من المناهى والمراد بالندم مايترتب عليه الندامة والا فالندم نفسه توبة وهى موجبة للنجاة
وللدرجات وسيلة فلا يدخل تحت الشكاية ويروى "حصلت" بالتخفيف فالمعنى ما وقفت على
كل شئ من الاغراض الباطلة والمقاصد الفاسدة الا على المعاصى والندامة ويمكن لفا ونشرا فالاثام مترتبة
على مدح الفسقة والندامة على خدمة الجهلة.

فيا خسارة نفسي فى تجارتها

لم تشتر الدين بالدنيا ولم تسم

فى بعض النسخ "فيا خسارة النفس" على التنكير والمنادى هنا محذوف اى يا قوم اعتبروا خسارة نفسى
او المنادى وهو خسارة نفسى اى تعال ليعجبوا منك فى امرك ونداء غير العقلاء شائع فى كلامهم قال
المحلى فيه معنى التعجب اى ما احسرها والمراد بالاشتراء الاستبدال والدنيا بمنزلة الثمن فلهذا ادخله الباء
و"السوم" طلب الشراء من باب نصر والمعنى انظروا يا اصحابى و اعتبروا يا احبابى من خسارة نفسى الفاسدة فى
معاملتها الكاسدة من ايثار الدنيا الفانية مع معارضتها للعقبى الباقية على الدين القويم الموصل للنعم المقيم حيث
لم تشتر الملك الباقى بالثمن الفانى ولم تقصد تحصيل الدين بترك الدنيا بحسن النية وصفاء الطوية وفيه مبالغة
لا يخفى وايماء الى عدم امكان الجمع بعينهما وقال بعض اهل الاشارة اى لم تبدل الدنيا بالدين مع انه يحصل
بادنى تبديل وهو حذف الالف الدالة على خسة الانوثة وتقديم ياء اليمين "فقطوة" لتقديم الميسرة وتقديم
الهمة على تاخيرة ثورة النفس المائلة الى الزهر

ومن يبع اجلا منه بعاجله

يبن له الغبن فى بيع وفى سلم

"الآجل" بالمد هو الاتى بعد اجل والمراد به الدنيا ومنه يقرء بالاشباع وضميره راجع الى "من" وكذا ضمير
"عاجله" وروى بعاجلة بالتانيث وقيل ضمير منه يعود الى الذين ومدخولة الباء هو الثمن الماخوذ دون الثمن المتروك على
عكس الشرى حذف عنه المضاف اليه اى بيعه وسلمه و"يبن" مضارع مجزوم من باب بان يبين كباع يبيع
بمعنى ظهر والبيع انواع بيع العين بالعين وهو المقايضة وبيع الدين بالعين وهو السلم بفتحتين وبيع العين
بالدين وهو المداينة وبيع الثمن بالثمن وهو الصرف وما نحن فيه من قبيل السلم ولهذا تعرض له مع اندراجه
تحت البيع وفيه اشارة الى رد من يقول من الملاحدة الدنيا نقد والاخرة نسية واعطاء النقد لها غير معقول
فان السلم انما يكون باعطاء النقد للنسيئة وحذاق التجار يلقونه بالقبول ولذا ذم الله تعالى الكفار بقوله
كلا بل تحبون العاجلة وتذرون الاخرة وقال من يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء اى مشاء

لمن يريد اى لا لكل من يريد ثم جعلنا له جهنم يصلها مذموما مدحورا اى مطرودا ومن اراد الاخرة
وسعى لها سعيها وهو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورا كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك
وما كان عطاء ربك محظورا اى ممنوعا وحاصل المعنى ان من اخذ العاجلة وترك الآجل يظهر له الخسارة
الكاملة فى تجارته والغبن الفاحش فى معاملته قال الغزالى لو كانت الدنيا ذهبا فانيا والاخرة خزفا
باقيا لاختيار العاقل الخزف الباقى على الذهب الفانى فكيف والامر بالعكس وقال تعالى من كان يريد
حرث الاخرة نزد له فى حرثه اى باعطاء الدنيا له ايضا ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها اى بعضها
وما له فى الآخرة من نصيب

وَإِنْ آتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِى بِمُنْتَقِضٍ
مِنَ النَّبِىِّ وَلَا حَبْلِى بِمُنْصَرِمِ

روى "عقدى" موضع عهدى والحنى ان افعل ذنبا او اتى كسبا وعملا من قوله الظاهرة ان اذنبت اما للاستخدام
او للارادة الاصح فليس عهدى وهو الايمان بالنبى او الامان منه منتقضا لان نقض التوبة بارتكاب المعصية
لا ينقض عهد الايمان ولا عقد الامان ولا حبلى اى ولا تعلقى بذيل محبته ولا رجاء شفاعته صلى الله عليه
بمنقطع لا من جانبى ولا من جهته صلى الله عليه وسلم وقيل المراد من العهد ما يفهم من قوله صلى الله عليه وسلم
من قال لا اله الا الله دخل الجنة وبالحبل ما يعلم من قوله تعالى ومن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله
فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها[1]

فَإِنَّ لِى ذِمَّةً مِنْهُ بِتَسْمِيَتِى
مُحَمَّدًا وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

يقرأ "منه" باشباع الضمير الراجع اليه صلى الله عليه وسلم وتسميتى مصدر مجهول مضاف الى
مفعول الاول و"محمدا" عليه الصلوة والسلام مفعوله الثانى و"الذمم" بكسر اوله جمع الذمة وهى العهد

---

[1] الاصوب ان يكون المراد من العهد والحبل هو الوعد الذى جاء فى التسمية بمحمد (صلى الله تعالى عليه وسلم) خربوتى ١٢

والامان والسلام وقيل المراد بالذمة هنا وعد الشفاعة لمن يسمى بمحمد واحمد على ما روى وحاصل هذا البيت
تعليل للحكم فى البيت السابق والمعنى لان اسمى محمد وهو دال على محبته احمد والاسم لا ينبغى بمخالفة المسمى
وهو صلى الله عليه وسلم بمراعاة الذمم اوفى فيقوم بحقها بالشفاعة لاهلها فى دار العقبى[1]

إِنْ لَمْ يَكُنْ فِى مَعَادِى آخِذًا بِيَدِى
فَضْلًا وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

"المعاد" مصدر او مكان او زمان والمراد منه رجوع الارواح الى الابدان والاخذ باليد كناية عن
المعاونة وفضلا تميز والا بكسر الهمزة وتشديد اللام وروى بالتنوين وهو بمعنى الذمة والعهد قال الله تعالى
لا يرقبون فى مؤمن الا ولا ذمة وهو الصحيح اى وان لم يكن معينا فضلا اى احسانا زائدا على الوعد او عدلا او هو
الوفاء بالعهد والذمة فالواو بمعنى او وروى بغير تنوين فهو مركب من ان الشرطية ولا النافية بمعنى وان لم
يكن كذلك وظاهره مفسد للمعنى كما لا يخفى فهو بمعنى الشرط الاول وتاكيد له والجواب فقل خطاب
جرد من ... اى فقل يا زلة القدم احضرى فهذا اوانك وهى عبارة عن الوقوع فى المهالك ويمكن حملها على زلة
القدم عن الصراط فى النار ويمكن ان يقال الخطاب عام اى فقل لى ايها المخاطب يا فلان احذر زلة القدم واما ما قيل
من تقديره وان لم يكن عهدا فى الاولى وفضلا فى الاخرى ففيه ان الشرط الاول يبقى بلا جزاء اللهم الا ان
يقال يدل عليه الجزاء الثانى واما ما قيل من ان معنى وان لم يكن فضلا بان يكون عدلا ففيه ما تقدم انه غير صحيح المعنى لانه لا ريب فى العدل فى
ذلك اليوم لان الحكم لا يكون الا الى الله وايضا يرجع الكلام الى انه ان اخذ بيدى عدلا وهو غير ملائم كما لا يخفى

حَاشَاهُ أَنْ يُحْرَمَ الرَّاجِى مَكَارِمَهُ
أَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

حاشاه تنزيه له او معناه جانبه ويحرمه من حرمه يحرمه كضربه يضربه او من احرمه بمعنى
منعه يتعدى الى مفعولين وهو مبنى على المفعول وقيل على الفاعل وسكون الراجى من لضرورة الشعر والجار

---

[1] هو صلى الله عليه وسلم مامول ومرجو فى كل حال وزمان - خربوتى ١٢

مرفوع فيرجع لازم بمعنى يصير ويعود او منصوب متعدى بمعنى يرد ويعيد والجار بمعنى المستجير الداخل فى الجوار والعهد والامان وضمير منه بالاشباع الى النبى صلى الله عليه وسلم منزه ان يحرم راجيه عن الاكرام اريد المستجير منه بغير احترام انه معدن الكرامات ومنبع الاحترامات

وَمُنْذُ أَلْزَمْتُ أَفْكَارِى مَدَائِحَهُ
وَجَدْتُهُ لِخَلَاصِى خَيْرَ مُلْتَزِمِ

منذ بمعنى اول المدة مفعول فيه لوجدت والخلاص مفعول الملتزم بكسر الزاء واللام لتقوية العمل يقال الزمت الشئ ذا لزمه اى جعلته كفيلا للشئ فيكفل به وواجبه على نفسه والاظهر ان اللام للعلة متعلقة بوجدته والمعنى ان من مكارمه الحسنة واخلاقه المستحسنة انى من حين توجهت اليه بصرت افكارى لديه فى انشاء مدائحه باخلاص النية وصفاء الطوية تكفل لى وقام بتخليصى من كل شدة وبلية

وَلَنْ يَفُوتَ الْغِنَى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاُكُمِ

الغنى بكسر مع القصر بمعنى اليسار ومع المد وبالفتح مع القصر الاقامة ومع المد الكفاية وقد جمع الاربعة من قال من يكن له غنى يمل فى غنائه وفى دور غنى لاهل الغناء ومنه باشباع الضمير صفة للغنى من جهته ويدا اى ايمن وتربت اى افترقت واريد باليد ايدى المحتاجين والمنكرة فى سياق النفى يفيد العموم. الحيا بالقصر المطر والازهار جمع زهر والاكم جمع اكمة بمعنى الربوة وهى الطل والمقصور تشبيه جوده فى عموم النفع وسطح النصر عن ارادته العطاء او يستحق المنع وفيه اشارة الى انه صلى الله عليه وسلم رحمة للعالمين وسبب للنعم الظاهر والباطن للعلماء العاملين والبيت الذى كان قبله مقيد الدفع الضر عن الملتجى اليه وهذا مشير الى حصول النفع من الطامع لديه ثم لما كان موهما انه اراد بالنفع النفع الدنيوية دون الحظ الاخروية فدفع الوهم من الخيال فقال

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِى اقْتَطَفَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ

فى اكثر النسخ اقتطفت يقال قطفت الثمرة اقتطفها جناها وفيه اشعار بان المذموم انما هو كلف الحصول وطلب

الوصول الى الامر الفانى واما اذا وقع تبعا للمقصود الباقى من غير قصد للفانى فلا يضر كما فى موافقة الهوى للهدى والمراد بزهرة الدنيا مستلذاتها المشبهة بالزهر فى زينة جمالها وسرعة زوالها وزهير بالتصغير هو ابن سلمى بضم السين احد الشعراء السبعة التى كانت قصائدهم معلقة على الباب الكعبة الشريفة لما سقطت عند نزول قوله تعالى وقيل بالرضى ابلعى ماءك و الاية والباقى خاله وابوه واخته و بنه وابنته وسبطة وهرم بفتح الهاء وكسر الراء ابن سنان رئيس قبيلة غطفان وهو من اجود ملوك العرب ولزهير فيه مدائح واشعار وصل بها منه اليه كثير من النقد وعطايا المطايا فوق العادات قيل الشعراء اربعة امرؤ القيس اذا ركب والنابغة اذا رهب وزهير اذا رغب والاعشى اذا طرب والباء فى بما للبسة وما مصدرية او موصولة والعائد محذوف

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِى مَنْ اَلُوذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

الخلق بمعنى المخلوق واللام للجنس او الاستغراق وفى نسخة الرسل بسكون السين جمع رسول ويلزم منه ان يكون افضل الخلق بالاولى ويكون ايضا للرد على المعتزلة القائلين بتفضيل الملائكة وما نافية او استفهامية انكارية واللوذ بمعنى التجاء والعوذ والحلول الوقوع والنزول والحادث مفرد الحادثات بمعنى الآفات والبليات. والعمم بفتح العين المهملة والميم وبكسر الميم الاولى وكلاهما بمعنى العام من عم ضد خص والمراد بالحادثات اشد ما اما الموت وهى القيمة الصغرى او القيمة والمراد الشفاعة العظمى واعلم انه لما ذكر الناظم مع نعوت ذاته وكمال صفاته صلى الله عليه وسلم انتقل من حال الغيبة الى مقام الحضور فناداه بالخطاب باحسن الادب كما قيل فى اياك نعبد فى صدد الكتب

وَلَنْ يَضِيقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِى
اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

ے چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے · زقدر رفیعت بدرگاہ حیّ
کہ باشند مشتے گدایاں خیل · بمہماں دار السلام از طفیل

رسول الله منادى حذف ندائه والجاه من وجاهه وهى رفعة المنزلة وسعة المرتبة وبى متعلق بيضيق اى بسبب

شفاعتى واذ كان اى نسخة للظرفية وتحلى بالحاء اتصف وبالجيم انكشف والاول اصح رواية والثانى اوضح دراية

فان اتصاف ازلى وانكشاف زمانى والكريم من اسماء الله تعالى وخص بذكره مع انه من صفات الجمال فى مقام الانتقام

مع انه من صفات الجلال ليحصل الاعتدال ولا ينقطع قلوب الرجال وهذا مدح لطيف ومجون شريف كما فى قوله

تعالى ما غرك بربك الكريم اه تعليما لان يقول ما غرنى الا كرمك وفى الجمع بينهما ايماء الى ما قيل نعوذ بالله تعالى

من غضب الحليم ثم يحتمل ان يكون البيت الاول مشيرا الى الشفاعة الكبرى عند عموم البلوى حين يقول الخلق

نفسى نفسى حتى الانبياء عليهم السلام والبيت الثانى مشعر الى الشفاعة الخاصة لهذه الامة فى مواطن القيمة وهذه

من جاهه صلى الله عليه وسلم عند الله تعالى لان الجاه هو القدر والمنزلة ولا منزلة فوق هذه المرتبة

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ[1]

من تبعيضية وضرتها بنصب عطف الدنيا بالاسمية وهى الآخرة شبهت بالضرة لتعذر الجمع بينهما ومن صاحبتهما

كتعسر الجمع بين مرتين كما قال صلى الله عليه وسلم من احب آخرته اضر بدنياه ومن احب دنياه

اضر بآخرته فآثروا ما يبقى على ما يفنى ومن لطائف ما قيل عتبت على الدنيا لتاخير عالم وتقديم ذى جهل فقالت خذ

الحذر بنو الجهل ابنائى بذلك رفعتهم واهل التقى اولاد ضرتى الاخرة وعلم اللوح منصوب وقيل مرفوع ووجههما

ظاهر والجود صفة هى مبداء افادة ما ينبغى لا لعوض ولا لغرض والمعنى لن يضيق جاهك بجودك لاحد من امتك

لان من جملة جودك واحسانك الى الخلق جميعا خير الدنيا بالهداية وخير العقبى بالشفاعة وقيل معنى كون

الكونين من جود صلى الله عليه وسلم انه واسطة فى فيضان الوجود على الماهيات وقيل ان الجود على الموجودات

وفيه تلميح الى حديث لولاك لما خلقت الافلاك واضطرب الشراح فى مصراع الثانى فقيل العلم

---

[1] لعل الله اطلعه على جميع ما فى اللوح وزاده ايضا لان اللوح والقلم متناهيان فانهما متناه ويجوز احاطة المتناهى بالمتناهى

هذا على قدر فهمك اما من اكتحلت بصيرته بالنور الالهى فيشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومه فهى جزء

من الله سبحانه لانه عليه السلام عند الانسلاخ عن البشرية كان لا يسمع ولا يبصر ولا يبطش ولا ينطق الا به جلت قدرته كذلك لا يعلم الا

بعلمه الذى لا يحيطون بشىء منه الا بما شاء كما اشار اليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم الخ من شيخ زاده

مصدر مضاف الى فاعله اى علم اللوح والقلم الاشياء فاحتاج الى القول بان لهما ادراكا وشعورا بما نسب اليهما او انه

مضاف الى المفعول اى علم الناس باللوح والقلم فاحتاج الى القول بان فيه اقوالا وقيل ان الله تعالى اطلعه على ما كتبه القلم فى اللوح المحفوظ

وهو علم الاولين والآخرين وهو الاظهر وتوضيحه بان المراد بعلم اللوح ما اثبت فيه من النقوش القدسية والصور الغيبية وبعلم القلم ما به

كما شاء والاضافة لادنى ملابسة وكون علمهما من علومه متنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف يتعلق

بالذات والصفات وعلمهما يكون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده على ما نقل انه ورد اول ما خلق الله

نورى اى فنظر اليه تعالى نظر هيبته فانشق نصفين فخلق من نصفه الكونين وهو المراد بالقلم ولذا ورد اول ما خلق الله القلم فلا

تعارض والحاصل ان الدنيا والآخرة من آثار وجودك وما ظهر من القلم على اللوح من اسرار معارفك على اللوح من اسرار معانيك ومن آثار علمك

وفى البيت ايماء الى ان الجاه انما هو بالعلم بالله تعالى وبالجود على خلقه كما ورد ان كمال الايمان التعظيم لامر الله تعالى والشفقة على خلق الله

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِي مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ

إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

روى نفس بضم السين على انه منادى مفرد معرفة وبكسرها على انه منادى مضاف الى ياء المتكلم وفى تخصيص

النفس بالخطاب وما يترتب عليه من العقاب اشعار بان الخطاء انما ينشأ من النفس ولا ذنب للعقل بحجته والنقل صحيح قال

الله تعالى ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وفيه رد على المعتزلة والخوارج الخارجين عن رحمة الغفار

واحاطة النقل الداخلين فى سبيل النفس القانطين من رحمة الله تعالى الآيسين من فضل الله تعالى قال عز وجل

لا تيأسوا من روح الله الا القوم الكافرون وفيه اشارة لطيفة الى ان الكفر هو محل اليأس لا غيره من الكبائر

لا تقنطى بفتح النون وكسرها وان الكبائر استئناف فيه معنى التعليل والمعنى ايها النفس او نفسى لا تياسى

من غفران زلة او من اجل اتيان معصية كبرت فى الكيفية واكثرت فى الكمية فان الكبائر من الذنوب فى جنب

غفران غفار الذنوب كالصغائر من العيوب فانهما يستويان فى كونهما تحت القدرة وضمن المشية كما يشير

اليه الآية وقد ورد انه لما نزل قوله تعالى فى حق خلص عباده او كل عباده الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش

الا اللمم انشد صلى الله عليه وسلم ان تغفر اللهم تغفر جما واى عبد لك لا الما وقال القشيرى فى قوله تعالى

يا عبادى الذين اسرفوا الآية التسمية بيا عبادى مدح والوصف بانهم اسرفوا ذم فلما قال يا عبادى طمع المطيعون

ان يكونوا هم المقصودين بالخطاب والمطلوبين بالعتاب فرفعوا رؤسهم ونكس العصاة اعناقهم وقالوا من

نحن حتى يقولوا لنا هذا ولما قال الله تعالى والذين اسرفوا انقلب الحال وتقلب المال فالذين نكسوا رؤسهم

اشعشرا زلتز لتهم والذين رفعوا رؤسهم اطرقوا وارتفعت صولتهم ثم سلاهم بقوله على انفسهم ثم قواهم بقوله لا تقنطوا من رحمة الله ثم اكد الذنوب المستغرق بالالف واللام بقوله جميعا فكانه قال اغفر لي اثرك فان كان لكم جناية هيمة فلي عناية قديمة قال ورحمتي وسعت كل شيء

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّي حِينَ يَقْسِمُهَا[1]

تَأْتِي عَلَى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

القسم بكسر القاف جمع القسمة اى ارجو من حسن ظنى ظن قلبى ان رحمة ربى حين يقسمها ويظهر يوم القيمة على ارباب النفوس اللوامة ياتى على مقدار عصيانهم لا على حسب جرمانهم والا فرحمته واسعة من ذنوب بنا وفضله اشتمل من عيوبنا وتظهر على مراتب العصيان الصادر من نوع الانسان بان يكون الرحمة الصغيرة على طبق السيئة الصغيرة والكبيرة على وفق الكبيرة وكذا القلية والكثيرة ولذا قال بعض الشرفاء من كمال العرفاء من كثير ظهور رحمته فى العقبى يندم المذنبون على تقليل معصيتهم فى الدنيا ويدل عليه ماورد فى المعنى ان الله تعالى يظهر صغار ذنوب عبد ويعفو عنها ويعطيها فى مقابلها اجور كثيرة فيقول العبد كان لى ذنوب كثيرة فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه فهذا يدل على سعة الرجاء فيجب التزام الدعاء والرجاء

يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِي غَيْرَ مُنْعَكِسٍ

لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِي غَيْرَ مُنْخَرِمِ

رب محذوف الياء واكتفاء بالكسرة وفاجعل بالفاء والانخرام بالخاء المعجمة بمعنى الانقطاع والمعنى يارب ارحمنى بمحو عيوبى وغفران ذنوبى واجعل رجائى غير منعكس عندك بان يكون الخذلان موضع

---

[1] لطف وكرمش عاشق حسن گنه است — من عادت آن بهانه جو ميدانم
زاهد نكند گنه كه قهارى تو — ما غرق گناهيم كه غفارى تو
قهاريت خواند ايكه ما غفارت — يارب بكدام نام خوشدارى تو

الغفران العقوبة مكان الرحمة واجعل حسابى وظنى بك غير منقطع عن فضلك كقولك فى الحديث القدسى انا عند ظن عبدى بى

وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ

صَبْرًا مَتَى تَدْعُهُ الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

واللطف هو الاحسان الخفى الذى ليس له سبب جلى قيل من لطفه تعالى بالعبد ابهام عاقبة عليه لولا علم سعادته لقل عمله واستند اليه ولولا علم شقاوته اليس وترك التذلل لديه وقيل من لطفه تعالى عليه اخفاء اجله عليه لئلا يسترحش ان كان قد دنا اجله ولا استقصر اذا طال امله اوليتأخر عمله وفى نسخة ارفق موضع اللطف وفى نسخة تدعه ولقى موضع تلقه واللقى اظهر والمعنى الطف يالطيف بعبدك الضعيف فى الدنيا بتوفيق الطاعة وفى عقبى بالرحمة ونيل شفاعته ان له صبرا قليلا ينقلب فى الاحوال متى تلقه الافزاع والاهوال ينهزم ولا يثبت كالجبال من الرجال ثم لا لجاء اقوى من متابعته وملازمته صلى الله عليه وسلم شرف وكرم ولذا قال

وَائْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوةٍ مِّنْكَ دَائِمَةٍ

عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمِ

اذن بمعنى امر من باب علم السحب بضمتين جمع سحاب سكن خاؤه تخفيفا والمراد من الصلوة مزيد الشرف والكرامة ومنك صفة صلوة اى واقفة ودائمة صفة بعد صفة وعلى النبى متعلق بالصلوة اودائمة وبمنهل متعلق بائذن ومسجم بكسر الجيم على الصحيح عطف عليه والتقدير ايذن بافاضة مطر منصب شامل قيل اتى الناظم بالصلوة على سيد الكرام بابلغ الوجوه واحسن النظام حيث جمع فى بيته ذكر الصلوة ودوامها ونزولها ومبداء النزول ومنتهاه وكثرتها فى ضمن الانصباب وعمومها فى طى السيلان ومحلها وتشبيهها بالامطار واثبات السحب لها فهذه عشرة اشياء يستفاد من كلامه بعضها بالدلالة وبعضها بالاشارة فى لفظ ايذن ايذان بان سحب الصلوة حاضرة واقفة موقوفة على اذنه تعالى والاذن متحقق فانه سبحانه وتعالى مع الملاء الاعلى يصلون عليه صلى الله عليه وسلم وقد

امر عبيده المنقادين لديه بقوله صلموا عليه وسلموا تسليما تشريفا له وتعظيما ومهابة وتكريما.

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيحُ صَبَا
وَأَطْرَبَ الْعِيسَ حَادِي الْعِيسِ بِالنَّغَمِ

رنحت بتشديد النون المفتوحة والحاء المهملة اى املت وما مصدرية ظرفية لا يذن قيل وتسمى دوامية على عرفهم لارادة الدوام بها وما مدة لدلالتها على مدة ممديدة فان هبوب الصبا وترنيحها لاغصان البان ان لم يوجد على الدوام لكن بممتد الاوان وامتداد الزمان انتهى وحاصل كلامه ان المراد ما دامت وعبر بما لا يخلو عنها لكن قال بعض الشراح هذا كناية عن التابيد وعذبات الحركات اى اغصان البان وهو شجر له اغصان لطيفة واصل عذبة الشئ طرفه اللطيف والصبا هى الريح التى تهب من مطلع الشمس اذا استوى الليل والنهار تقابل باب الكعبة الشريفة فكانها تصبو اليها وتميل وقد يقال القبول ويقابل الدبور التى تهب دبر الكعبة وفى الحديث نصرت بالصبا واهلكت عاد بالدبور قيل ويكون الصبا حارة رطبة تؤثر فى الاشجار والاغصان تليينها تهيج القوى التامة فى الارض وتزيينها بانواع الانوار واصناف الازهار تبرك الشعرا بذكرها فى الاشعار كما قال الا يا صبا نجد متى هجت من نجد فقد زاد فى سراك وجدا على وجد واضافة الريح الى الصبا من اضافة العام الى الخاص وهى فاعل وعذبات مفعول كذا قال غالب الشراح لكن ذكر العلامة مولانا عصام الدين ان فيه اشكال وهو ان رنح فى اللغة مبنى للمجهول كما يدل عليه التاج والصحاح فينبغى ان يقرء مجهولا ويجعل ريح صبا فاعل فعل محذوف اى امالة ريح صبا ليكون الترتيب من قبيل يسبح له فيها بالغدو والاصال رجال والصواب يسبح له فيها بالغدو والاصال رجال ثم رأيت القاموس وافق الصحاح فقال ترنح تمائل وغيره رنح عليه ترنيحا بالضم غشى عليه او اعتراه وهن فى عظامه فتما ئل وهو مرنح محمد لكن ظهر لى ان بناء المجهول مختص بما اذا تعدى بعلى ويدل عليه خصوص المعنى ولان ترنح مطاوع فلا بد له من فعل متعد وهو لا يكون الا معلوما كما هو معلوما فارتفعت الجهالت وصح ما ورد لا يجتمع امتى على الضلالة ثم رأيت قال ابن الغازى يقال رنحت الريح الغصون اى امالته ثم ذكر ما فى الصحاح هذا والطرب الهيئة الحاصلة من المسرة المقضية للهمزة و الحركة من طرب يطرب كحفظ يحفظ ويعدى بالهمزة والعيس منصوب على المفعولية جمع اعيس وهى الابل التى يخالط بياضها شعرة او البيض يقرب الى الهمزة وهى كرائم الابل ولذا اورد فى بعض الاحاديث افضل من حمر النعم والحد سوق الابل وقيل الغناء بها قال فقها وهى تلك الندا ان تلك الندا ان اغناء الابل الحداء والنغم الصوت الحسن وفى القاموس النغم محركة ويسكون الكلام الخفى الواحدة بها ونغم فى الغنا كضرب ونصر وسمع تنغم انتهى فما نقل ابن الغازى عن ابن المرزوق ان النغم بيت القصيدة بكسر النون يحتاج

الى نقل الصريح او دليل والجامع بين ترنيح الاغصان وتفريح الهيجان ايصال طائفة من النبات وجماعة من الحيوان الى ظهور جمالها وحصول كمالها وفيه تنبيه نبيه على ان الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم موجبة لجمال المصلى وكمال ومقتضية الطرب حاله وحسن ماله وصلى الله تعالى عليه وسلم وشرف كرم وعلى آله الى يوم الدين والحمد لله رب العالمين والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات قد تم شرح القصيدة البردة لملا على قاري بيد الفقير الى الله الغنى خالد غفر له ولوالديه ولاحبائه ولجميع المؤمنين والمؤمنات بمحض فضله العميم وكرمه الخفى والجلى واللطف الوسيع

١٤, ذوالقعده ١٣٢٤

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين،
وصلى الله تعالى على خير سيدنا خلقه ونور عرشه
سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين، آمين!

طالب دعا فقير محمد رحيم

